جواہر التعلیم

جس میں

تعلیم و تربیت کے جدید اصول، قوانین، فلسفہ اور نفسیات
پر بحث کر کے معلمین کے استفادہ کیلئے عملی قواعد وضع کئے گئے ہیں

جناب ایم سید غوث محی الدین صاحب
ممبر میسور ٹیکسٹ بک کمیٹی و اڈیٹر رسالہ علم و عمل بنگلور

ایجوکیشنل پبلشنگ انسٹی ٹیوٹ خلاصی پالیم بنگلور سٹی

مطبوعہ کارخانہ مدینہ پریس بنگلور سٹی

سنہ ۱۹۲۷ء

طبع اول
جملہ حقوق محفوظ
قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ

دیباچہ

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں — کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

فن تعلیم پر اردو میں اب تک بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور بہ استثنائے چند اکثر کتب قدیم طرز تعلیم کے مطابق ہی ہیں حالانکہ انگریزی میں نت نئی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر معلمین کو جدید طرز تعلیم اور تازہ معلومات سے بہرہ ور کر رہی ہیں۔

چونکہ میری عمر کا بیشتر حصہ اسی دشت معلمی کی سیاحی میں گزرا ہے اس لئے مجھے اپنے ہم مشرب دوستوں کی شدید تعلیمی ضروریات محسوس ہوتی رہیں اور میں اسی اُدھیڑ بُن میں تھا کہ ایک ایسی کتاب مرتب کروں جو فن تعلیم کے جملہ تازہ اور جدید اُصول۔ قوانین فلسفہ اور نفسیات پر بخوبی روشنی ڈال کر اساتذہ کیلئے ایک رفیق صادق کا کام دے سکے۔

خوش قسمتی سے مجھے ٹیچرس کالج سیدا پیٹ (مدراس) میں ٹریننگ کیلئے ۲ سال رہنے کا موقع مل گیا جس کو میں نے نہایت ہی غنیمت تصور کر کے وہاں کے عظیم الشان کتب خانے سے گریگری۔ لٹن اور بیاگلی جیسے امریکہ کے مشہور و معروف ماہرین فن تعلیم کی عمیق تحقیقات اور وسیع تجربات کے انمول موتیوں اور جواہرات کو چن چن کر اپنے ساتھ لایا جن کو تین سال کی لگاتار دماغ سوزی اور دیدہ ریزی کے بعد آج ایک مرصع تحفہ کی صورت میں اپنے معزز قدردانوں کی خدمات میں پیش کرتے ہوئے اعزاز قبولیت کا امیدوار ہوں۔

ایجوکیشنل پلاننگ انسٹی ٹیوٹ بنگلور سٹی

مورخہ یکم ستمبر ۱۹۲۷ء

خاکسار

یم۔ غوث محی الدین

انتساب

مکرمی جناب ایم سلطان محی الدین صاحب

دام اقبالہ

ایم اے۔ ایل ایل۔ بی۔ ایم۔ ای ڈی

پروفیسر آف ایجوکیشن میسور یونیورسٹی

کے اسم گرامی کے ساتھ اس کتاب کو بلحاظ اس اعلیٰ
دستگاہ کے جو آپ کو فن تعلیم میں حاصل ہے اور جس سے
ملک بھر کے معلمین مستفید ہو رہے ہیں
خاکسار مولف دلی محبت
اور خلوص عقیدت کے ساتھ معنون کرتا ہوا عرض پرداز ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت قوانینِ تعلیم

باب اول

قوانین تعلیم

۱ جس طرح سیاروں کی گردش۔ اجسام کی نشوونما اور نیچر کے سارے کاروبار قوانین قدرت کے تابع ہیں۔ یوں ہی فن تعلیم بھی چند خاص قوانین فطرت کے ماتحت ہے۔ فن تعلیم کیا ہے۔ وہ ایک ایسا عمل ہے جس میں چند خاص طاقتیں کام کر کے خاص نتائج پیدا کرتی ہیں۔ اور یہ نتائج ایسے ہی باقاعدہ اور ٹھیک طور پر برآمد ہوا کرتے ہیں جیسے کہ طلوع آفتاب

کے بعد دن اور غروب آفتاب کے بعد رات کا ہونا یقینی ہے - استاد چند قدرتی ایجنسیون کے ذریعہ کام کرتا ہوا بعض نتائج پر آن پہنچتا ہے -
مادے کی حرکت کے لئے جس طرح چند اسباب کی ضرورت ہے اسی طرح دماغی حرکت کے لئے بھی چند اسباب ضروری ہین - لیکن بہ نسبت مادے کے نفس کو حرکت دینے والے اسباب چندان ایسے واضح نہین اور نہ سہل طور پر سمجھ مین آسکتے ہین - جیسا کہ اجسام چند قوانین کے ماتحت ہین - یون ہی نفس بھی چند مقررہ قوانین کے زیر عمل ہے -

۲ کسی کارروائی کے قوانین کا دریافت کر لینا - خواہ اُن کا تعلق نفس سے ہو یا اجسام سے - اس امر کی دلیل ہے کہ اُن قوانین کا ماہر اس کارروائی کو اپنے عنان اختیار مین رکھتا ہے - برقی لہرون کے قوانین کے علم نے سمندرون کے پار پیغامات کو روانہ کرنا ممکن بنا دیا ہے - اور وہ شخص جس کو فن تعلیم کے قوانین پر کافی دسترس حاصل ہو دوسرون کے دماغ تک بنی نوع انسان کے تجربات کو پہنچا سکتا ہے - جو شخص اپنی کھیتی سے عمدہ فصل حاصل کرنا چاہتا ہو اُس کے لئے یہ امر لابد ضروری ہے کہ وہ قوانین فلاحت کی پیروی کرے - کوئی شخص عالم اجسام یا عالم نفسیات مین اُس وقت تک کوئی حرکت پیدا نہین کر سکتا جب تک کہ وہ اُن ذرائع سے کام نہ لے جن پر ان حرکات کے ہونے کا دار و مدار ہے -

۳ معمولی طور پر تعلیم کے معنے تجربات کو دماغ تک پہنچانے کے ہین - یہ تجارب - واقعات - احکام - خیالات یا نصب العین پر مشتمل ہونے یا کسی خاص فن مین مہارت یا تیز دستی یا کاریگری سے تعلق رکھتے ہین - تجربات الفاظ کے استعمال سے اشارون - چیزون - حرکات یا مثالون کے ذریعہ سکھلائے

جا سکتے ہیں۔ معلومات خواہ کسی قسم کے کیوں نہوں اگر ہم طریقۂ تعلیم یا مقصد تعلیم۔ یا فعل تعلیم کے اصول پہ گہری نظر ڈالیں تو ان تمام کا ماحصل انسانی دماغ تک بنی نوع انسان کے تجارب کا پہنچانا ہوگا۔ تعلیم کسی اور شخص کے دماغ میں اُسی قسم کی تصویر کھینچنے کا نام ہے جس کی شباہت مصور کے دماغ میں موجود ہو۔ یا بالفاظ دیگر جن باتوں کو استاد بخوبی جانتا ہو اور جن کو دوسرے شخص کے دماغ تک پہنچا کر خیالات کو آراستہ کرکے کسی صداقت کے معلوم کرنے میں تائید دیتا ہو وہی تعلیم ہے۔ آیندہ چل کر ہم کو یہ امر بخوبی معلوم ہو جائے گا (لفظ اطلاع دہی) یا تعلیم کے معنے یہ نہیں کہ چند معلومات کسی ایک دماغ سے دوسرے دماغ کو منتقل کردئے جائیں بلکہ یہ لفظ اِن معنوں میں استعمال کیا جائے گا دوسرے کی یہاں تک تائید کی جائے جس کی بدولت تائید پانے والا تائید کرنے والے کی معلومات پر بخوبی حاوی و قادر ہو جائے۔

سات اجزائے تعلیم

۴ کسی تماشا یا قدرتی منظر کے قوانین کو دریافت کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ سائینس کے اصولوں پہ اُس تماشا کی چھان بین کرکے اُس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ اگر ہم کسی مکمل طریقۂ تعلیم کی اس طور پہ چھان بین کریں تو اُس کے سات پہلو یا حصے برآمد ہونگے۔

(۱) دو اشخاص: سکھلانے والا اور سیکھنے والا۔ معلم اور متعلم۔

(۲) دو دماغی اجزاء: زبان جو معلم اور متعلم جانتے ہوں اور سبق یا صداقت یا ہنر جس کا سکھلانا درکار ہو۔

(۳) تین افعال تعلیمی: معلم کا کام۔ متعلم کا کام۔ اور اعادہ۔

جس سے نتیجہ کی آزمایش اور سکھلائی ہوئی بات دماغ میں بخوبی جانشین کی جاتی ہے۔

۵ ہر ایک کمل طریقہ تعلیم میں ان سات اجزاء کی موجودگی ازبس ضروری ہے خواہ سبق۔ صرف تین منٹ میں ہی دیا گیا ہو جس سے صرف ایک ہی نئی بات معلوم ہوئی ہو۔ خواہ کوئی لیکچر تین چار گھنٹوں تک لگاتار دیا گیا ہو۔ اگر تعلیم مؤثر ہو تو سمجھہ لو کہ سبق یا لیکچر میں یہ سات اجزاء ضرور بکلی موجود ہوں گے۔ ان سات اجزا میں سے کوئی ایک منہا کر دیا جا سکتا ہے اور نہ کسی نئے جزو کے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ صحیح فن تعلیم وہی ہے جس کی بنا ان سات اجزاء پہ ہو۔

۶ ہمیں یہ دریافت کرنا ضرور ہے کہ مندرجہ ذیل سات اجزاء کن قوانین کے ماتحت ہیں۔

(۱) معلم (۲) متعلم (۳) زبان جو معلم و متعلم جانتے ہوں (۴) سبق یا صداقت (۵) معلم کا کام (۶) متعلم کا کام (۷) نظر ثانی کرنا جس کی وجہ سے حاصل شدہ معلومات منتظم ہو کر مکمل و موثر بن کر عملی زندگی سے وابستہ ہوتی ہیں۔ ان سات اجزاء میں سے ہر ایک جزو بجائے خود ایک خاص نوعیت رکھتا ہے جو دوسرے اجزاء سے بالکل جداگانہ ہے۔ جیسا کہ قدرت کا ہر فعل کسی ایک قانون قدرت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یوں ہی مذکورۂ بالا اجزاء میں سے ہر ایک جزو ایک بڑے قانون کا تابع ہے اور ان تمام اجزاء کے اتحاد سے ہفت قوانین تعلیم بنتے ہیں۔

۷ ان تمام قوانین کی پابندی کا لازمی ٹھہرانا شاید بالکل غیر ضروری تصور کیا جائے گا اور بعض لوگ بول اٹھیں گے کہ بغیر سکھلانے اور سیکھنے والے کے کوئی چیز نہیں سکھلائی جا سکتی اور اس کے لئے عام زبان اور سبق کا ہونا بھی معمولی بات ہے۔ یہ سب باتیں بالکل معمولی ہیں جن کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں

معلوم ہوتی ۔ یوں ہی ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر بیج ۔ مٹی ۔ حرارت ۔ روشنی ۔ اور پانی ۔ باقاعدہ تناسب میں بایکدگر مل جائیں تو پودے پیدا ہوتے اور فصل لاتے ہیں ۔ لیکن ان باتوں کا ظاہر ہو جانا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ ان معمولی باتوں میں درپردہ نیچر کے بعض عظیم الشان گہرے قوانین اور راز پوشیدہ نہوں ۔ یوں ہی فن تعلیم میں بھی دماغی زندگی کے متعلق اہم اور نمایاں قوانین برآمد ہو سکتے ہیں ۔

قوانین یہ ہیں

۸ یہ قوانین کچھ ایسے نہیں ہیں جن کا جاننا مشکل ہو یا جو بالکل تاریک یا دہندلے تصور کئے جاتے ہوں ۔ یہ قوانین کچھ ایسے سادہ اور فطرتی ہیں کہ بغور مشاہدہ کرنے والے پر خود بخود ظاہر ہونے لگتے ہیں ۔ یہ قوانین مندرجۂ ذیل الفاظ میں پوشیدہ ہیں :—

(۱) معلم ایسا ہونا چاہیئے جو قابلِ تعلیم سبق یا صداقت یا فن کو بخوبی جانتا ہو ۔

(۲) متعلم وہ ہے جو اپنے سبق پر دلچسپی کے ساتھ متوجہ ہو ۔

(۳) معلم اور متعلم کے درمیان تبادلۂ خیالات کے لئے جو زبان اختیار کی جائے وہ ایسی ہو جس کو دونوں بخوبی جانتے ہوں ۔

(۴) نیا سبق ایسا ہونا چاہیئے جو متعلم کی پرانی معلومات سے مناسبت رکھے ۔ یا جس کی صداقت متعلم کی پرانی معلومات کی تائید سے سمجھا دی جا سکے ۔ نامعلوم امور ۔ امورِ معلومہ کے ذریعہ سمجھائے جائیں ۔

(۵) تعلیم کا صرف یہی مدعا ہے کہ متعلم کے دماغ مین جوش و ولولہ پیدا کرے اور اُس کو اس قابل بنادیا جائے کہ وہ اپنے دماغ سے کام لیکر خیالات یا اس کے کسی فن پر حاوی ہو سکے۔

(٦) کسی نئے خیال یا نئی صداقت کو اپنے خاص مفہوم مین لانے یا کسی نئے ہنر یا فن کو کثرت مشق کے ذریعہ اپنی عادت مین شامل کر لینے کو تعلیم کہتے ہین۔

(۷) تعلیم کی پہچان یا آزمایش۔ (جو آخری اور موثر ہونی چاہیئے) اس قسم کی ہو جس سے سارے سبق پر نظرثانی ہو سکے۔ اور جس کی تائید سے دوبارہ غور کرنے۔ دوبارہ جاننے۔ اور سبق کے مطالب کو اپنے الفاظ مین ظاہر کرنے۔ اور معلوم شدہ امور سے عملی فائدہ حاصل کرنے مین سہولت ہو۔

قوانین قواعد کی صورت مین

۹ قوانین مذکورۂ بالا اور اُن کی تعریفین اس قدر سادہ اور قرینِ قیاس ہین کہ مزید تشریح و ثبوت کی چندان ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ اگر ہم ان قوانین کو تعلیمی قواعد کی صورت مین ظاہر کرین تو ان قوانین کی پوشیدہ طاقتین نہایت صفائی کے ساتھ نظر آئینگی۔ استاد کو مخاطب کرتے ہوے۔ ہم اُن تعلیمی قواعد کو ذیل مین درج کرتے ہین:—

I. جو سبق کہ آپ پڑہانا چاہتے ہو۔ اُس سے کامل طور پر واقف ہو جاؤ۔ اپنے دماغ کو سبق کے متعلق تمام ضروری معلومات سے پُر رکھو۔ اور جو کچھ پڑہانا چاہتے ہو۔ اس طرح پڑہاؤ کہ بخوبی صاف

طور پر متعلم کی سمجھ میں آ جائے۔

II سبق پر لڑکوں کی توجہ اور دلچسپی حاصل کرکے اس کو بحال رکھو۔ بغیر توجہ حاصل کرنے کے کوئی سبق پڑھانے کی کوشش نہ کرو۔

III ایسے الفاظ استعمال کرو جن کے ٹھیک معنے لڑکے بھی یوں ہی صاف طور پر سمجھ سکتے ہوں۔ جس طرح کہ آپ سمجھتے ہو۔ معلم و متعلم دونوں کے درمیان زبان ایسی صاف و سادہ اور شگفتہ ہو جو فوراً سمجھ لی جائے۔

IV پہلے اُن باتوں سے سبق شروع کرو جو اس سبق کے متعلق بچوں کو اچھی طرح معلوم ہوں اور جن کا بچوں کو اچھی طرح تجربہ بھی ہو چکا ہو۔ اس طرح پچھلی معلومات بچوں سے کہتے ہوئے بتدریج نئے مضمون کو سمجھاتے ہوئے آگے بڑھو۔

V بچوں کے دماغ میں کام کرنے کا ایسا جوش پیدا کرو۔ کہ اُن کے خیالات تمہاری تقریر سے آگے آگے رہیں۔ اور وہ نئی باتوں سے دریافت کرنے اور تازہ معلومات کے سننے کے شایق و انکشاف کرنے والے بن جائیں۔

VI لڑکوں کو سبق اور اُس کے مختلف ہیئتوں۔ پہلوؤں۔ اور عملی شعبوں پر بخوبی غور کرنے اور سمجھنے کا موقع دو۔ یہاں تک کہ ان باتوں کو اپنی زبان میں دُہرانے کے قابل بن جائیں۔

VII نظرثانی کرو۔ نظرثانی کرو۔ نظرثانی کرتے ہوئے مزید تشریح و توضیح کے ساتھ پُرانی معلومات میں نئی معلومات کا گہرا نقش جما دو۔ اور نئے عملی پہلوؤں کو ظاہر کرتے ہوئے۔ غلط خیالات کو درست کرو۔ اور صداقت کو اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر ہونے دو۔

موثر تعلیم کے لئے لازمی امور

۱۰ یہ تمام قواعد اور قوانین موثر و کامیاب تعلیم کی اہم ترین بنیاد ہیں۔ اور صرف اِن قوانین کے ماتحت تعلیم کامیاب بن سکتی ہے۔ اگر ہم اِن قوانین پر ایک محیط و گہری نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ اِن قوانین میں کسی نئے قانون کو داخل کرنے یا موجودہ قانون میں سے کسی ایک کو مسترد کرنے کی بالکل گنجایش نہیں۔ جو شخص اِن قوانین کو بخوبی جانتا اور عمل کرتا ہو وہ ضرور کامیاب استاد بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ اُس میں یہ اوصاف بھی ہوں۔ جن کی مدد سے وہ اِن قوانین پر علی الترتیب روانی اور اطمینان کے ساتھ عمل پیرا ہو سکے۔ بے ترتیبی۔ شور و غل اور گھبراہٹ۔ اعلیٰ نتائج پر پہنچنے میں سخت مزاحمت پیدا کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ عمدہ نظم و نسق ہمیشہ اعلیٰ اور عمدہ تعلیم کا نتیجہ ہوتا ہے۔

۱۱ نیچر کے دیگر تمام قوانین کی طرح یہ تعلیمی قوانین بھی شاید بالکل صاف اور سادہ نظر آئیں۔ لیکن دیگر حقایق بنیادی کی طرح دراصل یہ قوانین کچھ ایسے سادہ بھی نہیں ہیں جیسے کہ نظر آتے ہیں۔ ہر ایک قانون باوجودیکہ بذاتِ خود مبدل نہیں ہوتا۔ تاہم مختلف خیالات کے لوگ اس کو مختلف طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور ہر ایک قانون دیگر قوانین کے ساتھ اُس وقت تک متحد رہتا ہے جب تک کہ فنِ تعلیم کی آخری منزل طے نہ ہو جائے۔ آیندہ ابواب میں اِن ہفت قوانین پر نظر غائر ڈالتے ہوئے دوران بحث میں ہمیں بہت سے قیمتی اُصول اور متعدد عملی قواعد معلوم ہو جائیں گے۔ جو استاد کے اہم کام میں مد و معاون بن سکتے ہیں۔

۱۲ یہ قوانین اور قواعد تمام قسم کے مضامین اور جماعتوں پر یکساں

استعمال ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ خیالات کا ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک پہنچانا انہیں قوانین کی پابندی پر منحصر ہے۔ یہ قوانین ایسے ہی ضروری اور مفید ہیں جیسے کہ یونیورسٹی میں پروفیسر یا مدرسہ میں اُستاد کی موجودگی کی ضرورت ہے۔ منطق کے اصول کی تفہیم کے لئے بھی یہ قوانین یوں ہی استعمال کئے جا سکتے ہیں جیسے کہ علم حساب کی تعلیم میں جیساکہ لوگ باوجود کشش ثقل کے قانون سے نابلد ہونے کے بخوبی چلتے پھرتے اور باوجود قواعد صرف ونحو سے واقف نہ ہونے کے اچھی طرح گفتگو کرتے ہیں۔ یوں ہی ممکن ہے کہ بہت سے اساتذہ ایسے بھی ہوں جنہوں نے کبھی اِن قوانین کو نہ سنا ہو۔ اور جن پر کبھی جان بوجھ کر عمل بھی نہ کیا ہو۔ اِن اساتذہ نے کثرت مشق سے اِن قوانین کو جان لیا ہے وہ یوں ہی عادتاً ان قوانین پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جیساکہ بعض مطرب قوانین موسیقی سے لاعلم ہونے کے باوجود قوت سامعہ سے کام لیکر گانا سیکھ جاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان لوگوں کی کامیابی صرف انجان طور پر اِن قوانین پر عمل کرنے پر منحصر ہے نہ کہ اِن قوانین کی خلاف ورزی پر۔

کمال اور اولوالعزمی

۱۴ کسی کو اس خیال سے خوف زدہ نہ ہونا چاہئیے کہ ان قوانین پر عمل پیرا ہونے سے ہمارے قابل تعریف سرگرم واولوالعزم اساتذہ کی جوشیلی تعلیم میں کہیں سردی پیدا نہ ہو جائے۔ سچا کمال اولوالعزمی کے شعلوں کو پیدا کرتا اور بحال رکھتا ہے۔ اور ایسے موقعوں پر کامیاب بناتا ہے۔ جس کے بغیر سوائے شکست سے سامنا کرنے کے کچھ اور بن نہیں پڑتا۔ جو شخص کسی کام کو جس قدر

عمدگی سے انجام دینے کے قابل ہو اُس کی محبت اُس کام سے اُسی قدر بڑھتی جائے گی۔ عقل سلیم اور کمال کی رہبری میں اولوالعزمی بدرجہا اعلیٰ نتائج پر پہنچ سکتی ہے۔

۱۵ بعض کوتاہ اندیش مہتمان مدرسہ اکثر اوقات اولوالعزم اساتذہ کو انتخاب کرتے اور تجربہ کار اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اِن لوگوں کا خیال ہے کہ بہ نسبت اُن تربیت یافتہ عالم و فاضل اساتذہ کے جن میں بالکل سرگرمی نہ ہو اولوالعزم اساتذہ باوجود کم تعلیم یافتہ اور بے کمال ہونے کے زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ اولوالعزمی صرف بے کمال اور بے علم لوگوں تک ہی محدود نہیں اور نہ سارے متین و سنجیدہ آدمی کاہل ہوتے ہیں۔ کمال کے آغوش میں اولوالعزمی جنم لیتی ہے جو صرف ایک مسرت ہے جو کسی کام کے اعلیٰ طور پہ انجام دینے کی قابلیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ اولوالعزمی اس قسم کے فنون کے لئے بہ نسبت اُس بے مایہ جوش کے جو صرف احساس کرتے کرتے پیدا ہوگیا ہو بدرجہا بہتر و مفید ہے۔ اعلیٰ تربیت یافتہ جنگی بہادروں کا میدان جنگ میں آہستہ آہستہ قدم بڑھانا بہ نسبت گورے اور نئے سپاہیوں کا میدان میں دیوانہ وار گھس پڑنے سے زیادہ قوت و اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا کے بہترین کام۔ کیا مدارس میں اور کیا دکانوں میں صرف اُنہیں باکمال لوگوں کی متین۔ مستقل۔ اور اَن تھک کوششوں سے انجام پاتے آئے ہیں۔ جو اپنی ہتیاروں کو تیز رکھنا جانتے اور ہر ایک کوشش کا اعلیٰ نتیجہ پیدا کرتے رہے ہیں۔

اساتذہ کو اشارہ

۱۶ ان سات قوانین کے معنے اور فلسفہ کی بحث کو دیگر ابواب پہ چھوڑ کر

ہم اساتذہ سے درخواست کرتے ہیں کہ اِن قوانین پہ گہری توجہ کریں۔ اپنے شاگردوں سے مخاطب ہوکر آپ نے کتنے بار یہ آرزو نہیں کی کہ تمہیں اُن کے دماغ کا حال معلوم ہوجائے۔ اور آپ اُن کے دماغوں میں کوئی صداقت علم یا عقیدہ کی تخم ریزی کرسکیں۔ کوئی ایسی کنجی نہیں ہے جو دماغ کے اُن کمروں کو کھول سکے جن میں تمہارے متعلموں کی عقل اور خیالات بستے ہوں۔ اور کوئی عینک ایسی نہیں جو اُن کے دماغوں کی پُراسرار تاریکی پہ روشنی ڈال سکے۔ لیکن تمہاری فطرت کے بڑے قوانین میں ہی وہ راستے موجود ہیں جن کے ذریعہ تم اپنے خیالات کو تازگی کے ساتھ روانہ کرسکتے ہو۔ اور دوسرے کو اِن خیالات کے لینے اور سمجھنے کے قابل بنا سکتے ہو۔

۱۷ اِن قوانین کی بحث و تمحیص میں ممکن ہے کہ بعض باتیں دُہرائی جائیں۔ یہ قوانین گویا سات مختلف پہاڑوں کی چوٹیاں ہیں جو ایک وسیع سرزمین پہ پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم جب اِن پہاڑوں پر یکے بعد دیگرے چڑھتے جائیں اور مختلف چوٹیوں پر سے نظر کریں تو ممکن ہے کہ اس سرزمین کے نظارے ایک ہی قسم کے نظر آئیں۔ لیکن یہ نظارے ہمیشہ ایک نئی روشنی میں نمودار ہوں گے۔ اور اِن کا افق بھی ہر حال میں نیا ہوگا۔ نئے مجموعے۔ نئے رشتے پیدا کرکے دیدۂ بینا کے روبرو نئے جلوے اور عقل سلیم پر نئے گُر اور فوائد ظاہر کرنے لگیں گے۔ اِن قوانین کا دُہرایا جانا ہرگز رائیگاں نہ جائے گا۔ کیوں کہ اِن کے بار بار دُہرائے جانے سے فن تعلیم کے اہم ترین مسائل پہ مزید روشنی پڑے گی۔ اساتذہ اُن

اُصول کو بخوبی سمجھہ کر عمل پیرا ہونے لگیں گے - جو اُن کی فوری اور گہری توجہ کے مستحق ہیں -

باب دوم

قانونِ معلم

ا قانون کی عالم گیر حکومت زمانۂ موجودہ کے سائینس کی صداقت کا بین ثبوت ہے ۔ نیچر یا انسان میں شاید ہی کوئی ایسی طاقت ہو جو قانون کے ماتحت نہ ہو ۔ نفس یا مادے میں کوئی ایسی تحریک پیدا نہیں ہوتی جو قانون کے زیر اثر نہ ہو ۔ قدرت کے قانون کا نہایت سادہ مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی طاقتوں سے کام لینے اور کارروائیوں کے عمل میں لانے میں ہمیشہ یکساں رہتی ہے ۔ اٹل قوانین کے ماتحت اسباب کے زور سے نتائج برآمد ہوتے اور نتائج اپنے اسباب کے تابع ہوتے ہیں ۔ تمام چیزیں اپنے قوانین کی تابع نظر آتی ہیں ۔ کسی چیز کے متعلق کسی قانون کا جاننا اسی چیز کی اصل صداقت و حقیقت کو پہچان لینا ہے ۔ نیچر کی اس یکساں روش پر تمام سائینس اور کل علمی فنون کی بنیاد ہے ۔ کیا نفس اور کیا مادہ ۔ ہر کسی سچے سائینس کی بقا کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ وہ کبھی نہ بدلنے والے قوانین کے زیر عمل ہو ۔ قانون کے دائرہ میں نفس کو آزادی حاصل ہے ۔ لیکن اس کو یہ آزادی حاصل نہیں کہ وہ قانون کے خلاف کوئی نتائج پیدا کر سکے ۔ اس لئے استاد بھی قانون کا یوں ہی تابعدار ہے ۔ جس طرح کہ جگمگاتا ہوا ستارہ یا سمندروں کو طے کرنے والا جہاز ۔ استاد کی

حیثیت اور کام کے متعلق بہت سی قابلیتیں ضروری تصور کی گئی ہیں۔ اگر وہ تمام ضروری اوصاف اُستاد میں پائے جائیں تو وہ استاد ضرور ایک اعلیٰ درجے کا انسان ہوگا۔ ننھے بچوں کو پڑھانے والے میں عمدہ خصائل اور خوش خلقی نہایت پسندیدہ ہیں۔ خواہ یہ اوصاف اصل کارروائی کے لئے ضروری ہوں یا نہ ہوں۔ اِن سے اتنا تو فائدہ ہوگا کہ لڑکے اُستاد کی کورانہ تقلید سے نقصان نہ اٹھائیں گے۔ لیکن اگر ہم ایک ایک کرکے اُستاد کے اِن اوصاف کی فہرست میں سے تمام غیر ضروری اوصاف کو خارج کر دیں تو آخر کار ہم ایک وصف کو برقرار رکھنے پر مجبور ہوں گے۔ جو پڑھانے کے لئے استاد کو از حد ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ پڑھائے جانے والے مضمون پر اُستاد کو بخوبی حاوی ہونا چاہیئے۔ پس یہی استاد کا قانون اور یہ وہ قانون ہے جو اُستاد کی تعریف اور اُس کے کام کو ظاہر کرتا ہے۔ جو کچھ استاد سکھلانا چاہتا ہے اُس پر پہلے آپ اچھی طرح حاوی رہے۔

اس قانون کا فلسفہ

۲ معلومات کے بغیر ہم نہیں پڑھا سکتے۔ اس امر کے ثبوت کی چنداں ضرورت نہیں کہ بغیر جاننے کے ہم پڑھا نہیں سکتے۔ خالی چیز سے کوئی اور چیز کیونکر برآمد ہو سکے گی۔ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ (نیستی سے کوئی چیز ہستی کی صورت میں کیسے آسکتی ہے) اندھیرے سے کیونکر روشنی برآمد ہو سکے گی۔ اس قانون کا پختگی کے ساتھ اظہار کرنا شاید ایک عام طور پر مانی ہوئی صداقت پر روشنی ڈالنا تصور کیا جائے۔ لیکن اگر ہم اس پر نظر غائر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ درحقیقت ایک بہت بڑی صداقت ہے۔

جس کو ہم قانون معلم کہہ سکتے ہیں - استاد کے لئے اس سے بڑھکر کوئی اور لیاقت اس قدر ضروری اور لازمی نہیں - اگر ہم اس قانون کے شرائط کو پلٹ دیں تو ایک دوسری اہم صداقت ظاہر ہو گی جو یہ ہے :-

استاد کو وہی پڑھانا چاہئے - جس کا اُس کو بخوبی علم ہو -

۴ لفظ علم قانونِ معلم کی روحِ رواں ہے - اُستاد جس چیز کے ذریعہ کام کرتا ہے وہ اُس کے معلومات ہیں - اور اس قانون کی پہلی وجہ تسمیہ ہم کو معلومات کی قسم میں تلاش کرنی چاہئیے - معلومات کے مختلف درجے ہیں جو صداقت کی پہلی جھلک سے لیکر اُس کو کاملاً سمجھ لینے تک نظر آیا کرتے ہیں - تحصیل تجارب کے مختلف منازل میں انسان کو حسب ذیل مدارج نظر آئیں گے :-

(۱) پہچان - کم زور و ضعیف -

(۲) حاصل کردہ معلومات کو بروقت یاد کرنے کی یا دوسروں سے سرسری طور پر بیان کرنے کی قابلیت -

(۳) حسب ضرورت فوراً سمجھانے - ثابت کرنے - توضیح کرنے اور دماغ میں بخوبی چسپاں کرنے کی قابلیت -

(۴) ایسے معلومات یا صداقت کی پسندیدگی جن کو ہم اپنے وسیع رشتوں کے اثر سے جانتے اور عمل پیرا ہوتے ہیں - اور جن سے ہمارے اخلاق سدھرتے ہیں - تاریخ کا مطالعہ صرف وہی شخص کے لئے مفید ہو سکتا ہے جو اس مقصد کو مدنظر رکھ کر پڑھے اور سمجھے - اس آخری قسم کی معلومات یا تجارب ہی سچے اُستاد کے قانون میں داخل ہیں -

۴ اس امر کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی شخص بغیر کامل معلومات حاصل کرنے کے تعلیم نہیں دے سکتا۔ اور یہ بھی درست نہیں کہ ہر شخص جو کہ قابلِ تعلیم مضمون کو بخوبی جانتا ہو بالضرور کامیابی کے ساتھ سکھلا دے سکیگا۔ لیکن ادہورا علم ادہوری تعلیم مین منعکس ہوگا۔ آدمی کو جو بات بخوبی معلوم نہ ہو۔ وہ اُس کو کامیابی کے ساتھ نہین سکہلا سکتا۔ لیکن استاد کے لئے صرف ایک قانون مقرر ہے۔ اس قانون اور دیگر شرایط کی خلاف ورزی ناکامیابی کا موجب بن سکتی ہے۔ یون ہی دیگر قوانین کی پابندی سے کامیابی بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن تعلیم بالکل غیر یقینی اور لنگ ہوگی۔ جس کا معلم قابل تعلیم مضمون کے متعلق بالکل ناکافی معلومات رکھتا ہو۔

۵ صداقت دیگر صداقتون کی مشابہت سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ اور دیگر صداقتون کی روشنی مین بہترین طور پر نظر بھی آتی ہے۔ متعلم بعوض صرف ایک ہی مضمون کو تلاش کرنے کے اس بات کا بھی کہوج لگائے کہ وہی مضمون صداقت کے دیگر بڑے پہلوؤن کے ساتھ اپنے بار آور رشتون مین منسلک نظر آئے۔ معمولی باتون پر نظر غائر ڈالنے سے بڑے بڑے اصول اور قوانین ظاہر ہوگئے ہین۔ صحیح اور کامل معلومات کی بدولت اُستاد مین توضیح و تشریح کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے جو فن تعلیم کا نہایت اہم اوزار ہے۔ ناواقف معلم ایک ایسا نابینا شخص ہے جو دیگر اندہون کی رہبری کرنے کے لئے بے روغن قندیل کے ذریعہ راستے کو روشن کرکے رہبری کرنا چاہتا ہو۔

۶ جغرافیہ کی اُن معمولی باتون پر غور کرو جو مدارس مین سکھلائی جاتی ہین۔ مثلاً زمین کا گول ہونا۔ سمندرون۔ ملکون۔ پہاڑون۔ دریاؤن۔ اور شہرون کی وسعت وغیرہ۔ ادہوری واقفیت رکہنے والے استاد کو یہ باتین

بالکل معمولی اور بے مزہ معلوم ہوتی ہیں۔ اگر یہی باتیں ہرشلس۔ ڈرناس۔ اور گیوٹس۔ کے نقطۂ نظر سے دیکھی جائیں تو دلوں میں کیا کچھ مسرت و انبساط کے ولولے پیدا نہ ہو جائیں گے۔ اُن آنکھوں کے روبرو زمانۂ دراز سے گزرتے آئے ہوئے اسباب کی ایک طویل قطار نظر آئے گی جو کرۂ زمین کو موجودہ حالت میں لانے کے موجب بنے ہیں۔ ایسے اساتذہ کے لئے جغرافیہ کائنات کے علوم اور تاریخ کا صرف ایک باب ہے۔ یوں ہی آسمانی صحائف کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے۔ بے پروا اور بے مطالعہ اُستاد کو ان کے مضامین بے معنی اور مہمل نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ صداقت کی روشنی سے منور اور مختلف مطالب و معانی سے لبریز ہیں۔ اور اُن لوگوں کو بخوبی نظر آتے ہیں جو تاریخ عالم کے علوم کائنات اور مصدقہ تجربات کی ایک ہی مرکز کی جانب مائل ہونے والی تحلیلوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

۷ لیکن قانون معلم کسی قدر اور گہرا ہونا چاہتا ہے۔ شگفتگی سے ساتھ صداقت کے ظاہر ہونے کے لئے یہ شرط ضروری ہے کہ وہ اچھی طرح سمجھ لی جائے۔ ہر کسی علم کے صرف صادق طالب العلم اُس علم کے متعلق پُر جوش و سرگرم جد و جہد کرنے والے ہوتے ہیں۔ صاف نظری و کشادہ بینی ہی شعرا۔ واعظین۔ یا مفسرین کے بیان میں عجیب و غریب فصاحت و بلاغت پیدا کرتی اور اُن کو بنی نوع انسان کے اساتذہ بناتی ہے۔ ماہر طبقات الارض ہیو ملر کی آنکھوں نے پتھروں کے راز کو دریافت کیا۔ اور اُس کے قلم نے اُن رازوں کو احاطۂ تحریر میں لایا۔ مشہور و معروف ہیئت دان کپلر ستاروں اور سیاروں کے حالات کی

تحقیقات کرنے کرنے دیوانہ بن گیا تہا۔ اور اگا سٹس باوجود بطور معاوضہ
زرکثیر پیش کئے جانے کے لیکچر نہ دے سکا۔ کیونکہ وہ اُن دنوں قدیم دنیا کی
چھپلیوں کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تہا۔ وہ استاد سرد اور مردہ دل
ہوگا جو قابل تعلیم مضمون کو ادہورے طور پر جانتا ہو۔ لیکن وہ اُستاد جو
میں اولوالعزمی شعلہ زن ہو اپنے متعلمین میں سبق کے مضمون کے
متعلق انجان طور پر ایسی ہی دلچسپی پیدا کر دے گا جس قدر کہ اُس کو
اس سبق سے دلچسپی ہو۔

۸ اگر بنظر غور دیکہا جائے تو صداقت کا یہ جوش ساری سرگرمی اور
اولوالعزمی کا راز نہانی ثابت ہوگا۔ جس کی موجودگی سے اُستاد کے
کمال کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ ایسے اُستاد کے لئے عام صداقتیں قلب
ہیئت سے یعنے شکل بدل بدل کر نظر آتی ہیں۔ ایسے اساتذہ کے لیئے تاریخ
زمانہ ہائے قدیم کے حالات کو دکہلانے والی دوربین ہوتی ہے۔ اور جغرافیہ
کرۂ ارض کی نیرنگیوں کا مرقع ہوتا ہے۔ اور علم ہیئت کائینات اور قانون
کائینات کا گردش گاہ ثابت ہوتا ہے۔

۹ وہ علم جو اس طرح کامل طور پر بخوبی حاصل کیا جائے اُستاد کی
تمام طاقتوں کو اعلیٰ امور کی انجام دہی پر آمادہ کرتا اور اُن طاقتوں پر قابو
رکہنے اور اُن سے بر موقع کام لینے کے قابل بناتا ہے۔ وہ اُستاد جو اپنا مضمون
بخوبی جانتا ہو۔ بعوض کسی درسی کتاب کا محکوم بن جانے کے نہایت آزادی
وخوشی کے ساتہ اپنی جماعت کے طلباء کی کوششوں پر نظر رکہتا اور اُن
کے خیالات کی رَو کو آسانی کے ساتہ منزل مقصود کی طرف پہیر سکتا۔ طلباء
نظر آنے والی صداقت کی پہلی جہلک کو پہچان کر اُس کے مطالب کو بیان کر

کے لئے آمادہ رہنا اور اُن کے راستے میں حائل ہونے والی مزاحمتوں کو دُور کر کے اُن کی تائید اور حوصلہ افزائی کرنا ہے۔

۱۰ اُستاد کی مستعدی اور لیاقت طلباء میں ضروری اعتقاد پیدا کرنے میں تائید دیتی ہے۔ نہایت امید اور خوشی کے ساتھ ہم اُس رہبر کی پیروی کرنے میں جو اُس سرزمین کے متعلق کافی معلومات رکھتا ہو۔ جس کی ہم کو کھوج اور جستجو ہے۔ لیکن ناواقف اور نالائق رہنما کے پیچھے ہم بر داشتہ خاطر نفرت کے ساتھ جاتے ہیں۔ یوں ہی لڑکے اُس شخص سے تعلیم پانے کے لئے اعتراض کرتے ہیں۔ جس کے علم پر اُن کو اعتبار و عقیدہ نہو۔ بخلاف اس کے نیوٹن۔ ہمبولڈٹس۔ اور ہکسلی۔ جیسے فضلاء عوام کی دلچسپی کو شعلہ زن بنا کر اُن علوم کی طرف مائل کر لیتے ہیں جن میں اُن کو کامل دسترس حاصل ہے۔ اور جو اُس علم کی تحقیقات میں اپنی عزیز عمریں وقف کر چکے ہیں۔ یوں ہی اچھی طرح آگاہی و دسترس رکھنے والا معلم اپنے طلباء میں تحصیل و ترقیٔ علم کی دُھندلی اور خفتہ خواہش کو روشن اور بیدار کر دیتا ہے۔ بعض بدقسمت مثالیں ایسی بھی ہیں کہ اعلیٰ معلومات رکھنے والوں میں طلباء کو تحصیل علم کی طرف سرگرمی سے راغب کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی۔ اور ایسے لوگ خصوصاً بچوں کو ہرگز کامیابی کے ساتھ تعلیم نہیں دے سکتے۔ ایک کم معلومات رکھنے والا اُستاد جو اپنے طلباء میں مستعدی اور سرگرمی پیدا کرنے کا وصف رکھتا ہو۔ بہ نسبت اُس علامۂ دہر کے ہزار بار بہتر ہے۔ جو اُس ضروری وصف سے جُدا ہو۔

۱۱ یہ ہے تعلیم کے اُس پہلے اور بڑے قانون کا فلسفہ۔ جو ہمارے

روبرو و نہایت صاف و منور مطمح نظر یا نمونۂ کمال پیش کرتا ہے۔ جس کو پانے کے لئے ہر ایک معلم کو ہمیشہ استقلال کے ساتھ سرگرم کار رہنا چاہیئے۔ یہ قانون ٹھیک طور پر بتلاتا ہے کہ اُستاد کو کام پر جاتے ہوئے کن طاقتوں کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہیئے۔ خواہ وہ اپنے ننھے بچوں کو تعلیم دینے والی مادر مہربان ہو۔ خواہ وہ بالکل دقیق علوم سکھلانے والا پروفیسر ہو۔ خواہ وہ لوگوں کے بڑے بڑے مجمعوں میں تقریر کرنے والا لیکچرار ہو۔ خواہ وہ واعظ ہو یا مُبلّغ۔ ہر ایک کے لئے اِس قانون کی پابندی لازمی ہے اور کوئی اِس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اِس قانون کی خلاف ورزی ہی کر سکتا ہے۔ یہ قانون صاف طور پر بتلاتا ہے کہ اُستاد جو کچھ سکھلانا چاہتا ہو اُس مضمون پر اُس کو بخوبی حاوی ہو جانا چاہیئے۔

اساتذہ کے لئے چند قواعد

۱۲ قانون معلم سے متعدد قواعد برآمد ہوتے ہیں۔ جن میں سے مندرجۂ ذیل قواعد اہم ترین ہیں :-

(۱) ہر ایک سبق تازہ مطالعہ سے تیار کرو۔ سال گذشتہ کے معلومات بالضرور دُھندلے سے ہو جاتے ہیں۔ صرف تازے خیالات ہی ہمارے دلوں میں اعلیٰ کوششوں کو عمل میں لانے کا ولولہ پیدا کرتے ہیں۔

(۲) سبق میں آنے والی باتوں کی مطابقت و مناسبت سے بہتیرے دیگر مانوس واقعات اور اصُول کو دریافت کیا کرو۔ اس میں توضیح و تشریح کے راز پنہاں ہیں۔

(۳) سبق یہان تک جاننے کی کوشش کرو کہ وہ بالکل روزمرہ کی زبان مین سمجھانے کے قابل بن جائے۔ روشن خیالی کی آخری منزل صاف و سادہ اور بے عیب گفتگو ہے۔

(۴) سبق کے مختلف درجون کی فطرتی ترتیب کو دریافت کرو۔ ہر ایک علم مین ابتدائی خیالات سے وسیع نظری تک ایک فطرتی راستہ موجود ہے۔ یون ہی ہر ایک سبق مین بھی ایک فطرتی راستہ موجود ہے۔

(۵) طلباء کی زندگی سے سبق کا تعلق دریافت کرو۔ سبق کی عملی قیمت انہین رشتون اور تعلقون مین پوشیدہ رہا کرتی ہے۔

(۶) تمام جائز تشریحات سے آزادی کے ساتھ کام لو۔ اور اُس وقت تک چین نہ لو جب تک کہ تمہین یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ کُل طلباء نے سارے سبق کو بخوبی سمجھ لیا ہے۔

(۷) یاد رکھو کہ چند باتون پر بخوبی دستگاہ حاصل کر لینا بہت سی بے اثر۔ سرسری۔ و فضول گفتگو کرنے سے بہتر ہے۔

(۸) جو سبق کہ تمہین پڑھانا ہے۔ اُس سبق سے آگے آگے مطالعہ اور سبق کی تیاری کرنے کے لئے ایک وقت مقرر کرو۔ جو کام بر وقت کیا جاتا ہے وہ بہت سی باتون کی تائید حاصل کر لیتا ہے۔ جو شخص اسباق کی تیاری و مطالعہ مین بچون کے اسباق سے آگے آگے ہو وہ بذات خود سبق مین زیادہ دلچسپی لیتا اور نئی تشریحات کو کام مین لا سکتا ہے۔

(۹) مطالعہ کے لئے ایک دستور العمل مقرر کرو۔ اور جب ضرورت پڑے

تو۔ مقررہ دستور العمل سے آگے آگے بڑھ جانے مین پس و پیش
نہ کرو۔ حافظے کو بڑھانے کا بہترین گر سبق کے متعلق حسب ذیل
سوالات کر کے خود بخود جوابات دینا ہے:۔
کیا۔ کس طرح۔ کیون ؟۔

(۱۰) تمہارے سبق کے مضمون کے متعلق عمدہ کتب سے مدد لینے مین ہرگز دریغ نہ کرو۔ ضرورت پڑے تو ایسی کتابین مول مستعار لو۔ یا مانگ لو۔ بہر طور تمہارے خیالات مین جوش اور تحریک پیدا کرنے والے مصنفون اور دانشمندون سے استفادہ حاصل کرتے رہو۔ لیکن بغیر غور کرنے کے ہرگز نہ پڑھو۔ جو کچھ پڑھو اچھی طرح سوچ سمجھ کر پڑھو۔ اگر ممکن ہو تو کسی ذکی الطبع دوست کے روبرو اپنے سبق کو دُہرالو۔ بار ہا تکرار سا لگنا۔ رگڑ یا تصادم کا واقع ہونا ہی روشنی کے پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اگر اس قسم کی تائید حاصل کرنے کا موقع نہ ہو تو تمہارے خیالات کو قلم بند کر لو۔ خیالات کو قلم بند کرنے سے تمہارے دُھندلے۔ ادھورے تاریک یا ناتمام خیالات صاف و روشن ہو جائینگے۔

اس قانون کی خلاف ورزیان اور غلطیان

۱۴۳ یہ بحث نامکمل رہے گی۔ اگر اس قانون کی ہمیشہ سے ہونے والی بعض خلاف ورزیون کا ذکر نہ کیا جائے۔ بہترین اُستاد اپنی بے پروائی سے سرزد ہونے والی فاش غلطیون کی وجہ سے سرگرمی اور ہوشیاری کے ساتھ کیے ہوئے کام کو برباد کر دے سکتا ہے۔ لایق اُستاد وہ ہے جو کم سے کم

غلطیاں کرے۔ اور اگر کوئی غلطی ہو بھی جائے تو اُس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یعنے اس قسم کی غلطی کے ہونے کی وجہ معلوم کرے۔ اور آیندہ کے لئے ایسی غلطیوں کے سرزد ہونے کا موقع نہ دے۔

(۱) اپنے طلباء کی ناواقفیت بعض اوقات اُستاد کو سبق کے ہوشیاری کے ساتھ تیار کرنے اور جاننے میں بے پروائی کرنے کی ترغیب دلاتی ہے۔

سبق کی ہوشیاری کے ساتھ تیاری کرنے اور اُس کے اہم مضامین کو جاننے کے لئے بعض اوقات طلباء کی ناواقفیت اُستاد کو بے پروائی کرنے پر راغب کر دیتی ہے۔ اُستاد سمجھ لیتا ہے کہ سبق کے متعلق وہ بہ نسبت طلباء کے زیادہ معلومات رکھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ اس سبق کے متعلق کہنے کے لئے ضروری باتیں خود بخود یاد آجائیں گی۔ یا اپنی لاعلمی در پردہ رہ جائے گی۔ یہ نہایت افسوس ناک غلطی ہے جو اکثر اوقات نہایت خجلت اور نقصان کا موجب ہوتی ہے۔ اس قسم کی دہوکہ دہی ضرور ظاہر ہو رہے گی۔ اور اسی وقت طلباء کے دلوں سے اُستاد کی عزت و حرمت رخصت ہو جائے گی۔

(۲) بعض اساتذہ فرض کر لیتے ہیں کہ سبق کا جاننا طلباء کا کام ہے۔ نہ کہ اپنا۔ یوں تو ہاتھ میں کتاب لیکر اُس کی تائید سے بہ آسانی سے معلوم کر لیا جا سکتا ہے کہ آیا طلباء نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے یا نہیں۔ تم اپنی ناواقفیت اور عدم تیاری کی وجہ سے دیگر طلباء کو پست ہمت بنانے کے عوض یہ بہتر ہوگا کہ کوئی ایک طالب العلم

جس نے اپنا سبق اچھی طرح سمجھا ہو دیگر طلباء کا امتحان لے۔
تعلیم دینا صرف "اسباق کا سُن لینا" نہیں ہے۔

(۳) دیگر اساتذہ جلدی جلدی سبق کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ باوجود تمام سبق یا اس کے ایک حصے کی ضروری باتوں سے اچھی طرح آگاہی نہ کرنے کے مقررہ گھنٹے کو گزار دینے کے لئے بہت کچھ باتیں جمع کر لی گئی ہیں۔ اور اگر ضرورت آن پڑے تو ان باتوں کے سا تہ کوئی اتفاقی گفتگو یا کہانی بھی کہہ دی جا سکتی ہے۔ اگر ان باتوں کے لئے بھی اُستاد کو وقت نہ ملے یا وہ ان کے لئے بھی تیار نہ ہو تو ایک اور طریقہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ تعلیم فوراً موقوف کر کے طلباء کو کوئی خیالی مشق دے دی جاتی ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ یوں مدرسہ ایک اچھا مقام ہے۔ اور صرف یہاں کی حاضری سے طلباء کچھ نہ کچھ استفادہ حاصل کر لے سکتے ہیں

(۴) ایک اور خاص غلطی یہ بھی ہے کہ بعض اساتذہ کسی سبق کو دلچسپ بنانے میں ناکامیاب ہو کر سبق کو صرف ایک آہنی چوکھٹ سا بنا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس میں اُن کی قیاسی توہمات آویزاں کرتے اور بچوں کے خیالات کو بھی اس چوکھٹ میں جکڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۵) بعض اساتذہ کی یہ نہایت مُہلک غلطی ہوتی ہے کہ وہ اپنی کاہلی اور جہالت کو اپنی نمائشی علمیت کے دعوئ باطل کی آڑ میں چھپانے کی کوشش کرتے اور اپنی لاعلمی کو لمبے چوڑے فقروں کے لباس میں چھپانا چاہتے ہیں۔ جن کا مطلب طلباء کو بالکل معلوم

نہیں ہوتا۔ بہکی اور کم زور غیر ضروری باتوں کو دانشمندانہ لہجوں میں بیان کرتے ہوئے۔ اور کبھی اپنی تبحر علمی پر ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان تمام باتوں کو تفصیل کے ساتھ سمجھانے کے لئے فرصت کہاں۔ کون ہوگا جس نے اس قسم کی دہوکہ بازیوں کا بیچارے طلباء کو تختۂ مشق بنتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

یوں ہی بہت سے اساتذہ اپنے کام پر یا تو ادہوری تیاری کرکے جاتے ہیں اور بعض تو کچھ بھی تیاری نہیں کرتے۔ یہ لوگ ایسے چٹھی رسانوں کی طرح ہیں جن کے پاس کوئی چٹھی نہیں۔ ان لوگوں میں وہ سرگرمی اور جوش بالکل نہیں ہوتا جو ایسے نتائج پیدا کرسکے جن سے طلباء مستفید ہوسکیں۔

چاہیئے کہ اس تعلیمی قانون کی پورے طور سے پابندی کی جائے۔ تاکہ ہمارے مدارس نہ صرف تعداد میں بلکہ اپنی قابلیت میں بھی بڑہیں۔ اور ان سے ملک کو بدرجہا زیادہ استفادہ حاصل ہو۔

باب سوم

قانونِ متعلم

۱ قانون معلم کا ذکر کرنے کے بعد ہماری دیگر تحقیقات قانونِ متعلم کے متعلق ہوں گی۔ یہاں تلاش اُن نمایاں خصوصیتوں کی ہوگی جو متعلم کو دیگر اشخاص سے علٰحدہ کرتی ہیں۔ یہاں ہمیں اُن اوصاف اور امور کا تذکرہ کرنا ہے جو متعلم کے لئے ضروری ہیں۔ جس کے لئے ہمیں ایک کامیاب متعلم کو ہمارے پیش نظر رکھنا اور اس کی کارروائیوں اور اوصاف کو خبرداری کے ساتھ نشان کر لینا ہوگا۔ مشتاق اور آرزومند نظریں اور معلومات کو جذب کرنے والے عادات و اطوار متعلم کی توجہ اور دلچسپی کو ظاہر کرتی ہیں۔ دلچسپی اور توجہ سچے طالب العلم کی دماغی حالت کی خصوصیتیں ہیں۔ اور یہی دو اجزائے اصلی ہیں۔ جن پر ساری تعلیمی کارروائی کا دار و مدار ہے۔ پس ان امور کے لحاظ سے قانون متعلم قرار دیا جاسکتا ہے جو یہ ہے:—

متعلم کو اپنے سبق پر دلچسپی کے ساتھ متوجہ ہونا چاہیئے۔

۲ یہ قانون شاید بالکل معمولی بات نظر آئے گا۔ لیکن بظاہر یہ جس قدر معمولی اور سادہ نظر آتا ہے اس سے کہیں بدرجہا زیادہ غامض و دقیق بھی ہے۔ اس کی سچائی کا صاف اور کھرا ثبوت اس امر میں

وشیدہ ہے کہ ہر ایک شخص اس کو فوراً قبول کر لیتا ہے۔ ہوشیاری
ے سا نہ غور و فکر کرنے سے اس قانون کی ضرورت اور اہمیت معلوم
ہو جا سکتی ہے۔

توجہ کی تعریف

۳ ادراک کو کسی شئی کی طرف پھیرنے کو توجہ کہتے ہیں۔ جو بیرونی
ی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص کسی کل کو چلتے ہوئے دیکھنا یا کسی
اگ کو خواہش کے ساتھ سننا ہے۔ اور وہ صرف قیاسی بھی ہو سکتی ہے۔
جیسے کوئی شخص اپنے گزشتہ حالات یا تجربات کو یاد کرتا ہو۔ یا کسی خیال
ر غور و خوض کرتا ہو۔ دیگر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ادراک کے اس
طرح پھیرنے کے عمل کو ماہران علم النفس کی اصطلاح میں مرکز شعور پر
انا کہا جاتا ہے۔ اسی طرح وقوف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک مرکز
شعاع اور ایک حاشیہ پیش کرتی ہے۔ جس چیز پر ہم توجہ کرتے ہیں۔ اُس
ی خبرداری وقوف کے مرکز شعاع پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور وقوف کے
حاشیے پر وہ احساسات اور خیالات جمع ہو جاتے ہیں جو ہنوز دُھندلے۔
مہمل۔ اور مجہول سمجھ میں نہ آئے ہوئے ہوں۔

پس توجہ مستقیم اور غیر متبدل حالت نہیں ہو سکتی۔ جب ہم خیالات
و ایک مرکز پر لانے یا کسی خیال میں محو ہو جانے کا ذکر کریں تو اس کے یہ معنے
ہوں گے کہ وہ شئے جس پر توجہ کی جاتی ہے سارے مرکز شعور پر اپنا نقشہ
جما دے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص کی محویت یا خیالات کو مرکز پر لانے
ی کوشش مختلف درجوں پر ہو۔ ممکن ہے کہ ایک شخص کی ادراک کسی تحریک

سے لحظہ دو لحظے کے لئے منتشر ہوتی ہوئی ایک شئے پر سے دوسری شئے
کی طرف پرواز کرتی پھرے۔ یہاں تک کوئی ایک شئے اس کی توجہ کو
اپنی طرف مبذول کرلے۔ ممکن ہے کہ وہ شخص جو کسی شئے پر پختہ
ارادے کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہو۔ اس بات سے بھی خبردار رہے گا
کہ دیگر اشیاء اس کی توجہ کو دوسری طرف اُڑا کر لے جانا چاہتی
ہیں۔ اور یوں بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کسی شئی پر اس قدر
متوجہ ہو جائے کہ اُس کے وقوف سے دیگر تمام اشیاء غائب ہو جائیں

پس بحث مذکورۂ بالا سے معلوم ہوگیا کہ توجہ کی تین قسمیں
ہیں۔ اور ہر ایک قسم بلحاظ تعلیم و تعلم نہایت اہمیت رکھتی ہے۔

(ہ) اِدھر اُدھر اُڑتی یا پرواز کرتی ہوئی توجہ کو توجہ طبعی۔
یا توجہ اضطراری (PASSIVE ATTENTION)
کہتے ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی توجہ کے لئے کسی کوشش یا ارادے
کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اِن صورتوں میں انسان صرف کسی نہایت
طاقتور تحریک یا حکم یا ہدایت کا تابعدار بن جاتا ہے۔ انسان
ایسی حالتوں میں حد درجہ کا منہمک ہو جاتا اور اپنے اطراف
عمل کرنے والی طاقتوں کو اپنی ادراک پر حکمرانی کرنے کے لئے
چھوڑ دیتا ہے۔ یہی ابتدائی یا طبعی یا بنیادی قسم کی توجہ ہے۔
دن کے وقت جب کوئی شخص بالکل تھکا ماندہ ہو۔ یا کھیلنے پر آمادہ
ہو تو اُس شخص کی توجہ اسی قسم کی ہوتی ہے۔ ننھے بچوں میں
صرف اسی قسم کی توجہ پائی جاتی ہے۔

(ب) لیکن ادراک انسانی کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ بعض

اپنے اطراف کی طاقتوں کی محکوم بن جانے کے اُن پر حکومت کر سکتی ہے۔ وہ اپنے قریب کے گرد و نواح (ماحول) سے اوپر جا سکتی اور زمانۂ موجودہ کے اُس پار مستقبل پر نظر کر سکتی ہے۔ فطرتی طور پر توجہ کو کھینچنے والی اشیاء کی موجودگی کے باوجود کسی اہم ضروری یا اعلیٰ فرض منصبی کی طرف عزم بالجزم اور استقلال کے ساتھ توجہ مبذول کی جا سکتی ہے۔ گو کہ وہ کام نسبتاً فی الوقت چنداں دلکش و مرغوب نہ ہو۔ اس قسم کی توجہ ناپائدار خیالات اور توہمات کو ارسی میں جکڑ کر۔ استقلال اور عزم کامل کے ساتھ کام کرتی ہوئی دُور و دراز کی منزل مقصود کی طرف برابر بڑھتی جاتی ہے۔ توجہ کی اس قسم کو جو خاص کر انسان میں پائی جاتی ہے۔ توجہ اکتسابی یا توجہ ارادی یا توجہ فاعلی (ACTIVE ATTENTION) کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی پہلی شرط ارادتاً کوشش کرنا ہے۔ اور وہ کوشش یہی ایسی ہو جو نسبتاً زیادہ دلکش اور فرحت بخش کاموں کی طرف مائل ہونے کی تحریص و ترغیب کے باوجود وہی مقررہ کام کیا جائے جس کے انجام دینے کا عزم کر لیا گیا ہو۔

(C) لیکن اس قسم کی توجہ جس میں کوشش اور عزم کی ضرورت پڑے۔ ہمیشہ کے لئے تحصیل علم میں چنداں آسان اور مفید نہیں ہو سکتی۔ عموماً جب ہم اپنے کام میں محو ہو جاتے ہیں تو اُس کام کے متعلق ساری اہم اور ضروری باتیں نہایت آسانی کے ساتھ سستے داموں معلوم ہو جاتی ہیں۔ وہ باتیں جن کو ہم بخوبی جاننا

چاہتے ہیں - ہماری توجہ کو خود بخود کھینچ لیتی ہیں - اور جب اکتساب علم و ہنر کا شوق درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو - ہم اُس کے ساتھ ساتھ کھینچے چلے جاتے ہیں - اس قسم کی توجہ مستقل طور پر کوشش کرنے کا نتیجہ ہوتی ہے - یا یوں کہو کہ یہ توجہ - توجہ اکتسابی یا توجہ ارادی یا توجہ فاعلی (ACTIVE ATTENTION) کی آغوش میں جنم لیتی ہے - اس قسم کی توجہ - توجہ طبعی - یا توجہ اضطراری (PASSIVE ATTENTION) سے اس امر میں مشابہت رکھتی ہے کہ اس کا مقصود بھی بذاتِ خود دلکش ہوتا ہے - اور اس کو مرکزِ شعور پر لانے کی کوشش کرنا چنداں ضروری نہیں ہوتا - لیکن یہ توجہ - توجہ فاعلی (ACTIVE ATTENTION) کوشش اور استقلال سے ہی نمودار ہوتی ہے - اس تیسری قسم کی توجہ کا نام توجہ تبعی یا توجہ ثانوی (SECONDARY PASSIVE ATTENTION) ہے

پس یہ ظاہر ہے کہ متعلم کے نقطۂ نظر سے توجہ ثانوی کا پیدا کرنا نہایت پسندیدہ ہے - جس کے یہ معنے ہوں گے کہ بلا دقت اکتساب علم کیا جائے - علم مرغوب و خوش آیند - موثر - مفید و کارگر بن جائے - لیکن انسانی تجربہ کی بنا پر یہ طے ہو چکا ہے کہ ان پسندیدہ شرایط کی تکمیل چنداں آسان نہیں - اگر فی الحقیقت اس جنس گراں مایہ کی تحصیل آسان بن جاتی تو اساتذہ یا مدارس کی کوئی ضرورت نہ ہوتی - بالعموم یہ امر ٹھیک نظر آتا ہے کہ اس قسم کی

برداشتہ اور دائمی دلچسپیاں صرف گران قیمت پر خریدی جاسکتی ہیں۔ وہ گران قیمت کیا ہے؟ شوق صادق اور سرگرم و مستقل کوشش ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ قاعدہ تغیر پذیر نہیں ہوسکتا۔کیونکہ بعض ایسی دلچسپیاں بھی ہیں جو بلا کسی کوشش کے ترقی کر گئی ہیں۔اور جن کی دورانِ ترقی میں کوئی مزاحمت نہیں کی گئی۔ یہ بات بھی ممکن ہے۔ لیکن یہ بھی ممکنات سے ہے کہ وہ جہاز جو طوفان میں ہوا کے جھونکوں کے رحم پر چھوڑ دیا گیا ہو۔ بہتا بہتا آخرکار کسی پُرامن اور نفع بخش بندرگاہ پر جا پہنچے۔ زمانہ ہائے دراز کے انسانی تجربات نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ کامیابی کا حاصل ہونا صرف کوشش۔ قربانی اور استقلال پر موقوف ہے۔ کیا تحصیل علم۔کیا تجارت۔کیا ہنرمندی۔کیا ایجادات۔اور کیا صنعت و حرفت۔غرض ہر ایک کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اِن اوصاف کی سخت ضرورت ہے۔ وہ شخص جو انسانی جد و جہد کے کسی ایک سمندر میں کامیابی کی امید پر بہتا چلا جائے۔شاید ہی کامیاب ہو۔اور وہ جہاز جو ادہر اُدہر بلا مقصد بہتا پھرے شاید ہی کسی پُرامن بندرگاہ کو پہنچے۔جن لوگوں نے اِس راز کو بخوبی معلوم کر لیا ہے۔ اُنہوں نے سخت دماغی مشقت۔ اور دماغی کوششوں سے اپنی کامیابی کی قیمت ادا کی ہے۔ دماغی مشقت اور دماغی جد و جہد ہی توجہ ارادی یا توجہ فاعلی کے دوسرے نام ہیں۔ یہ اُستاد کی نہایت افسوس ناک غلطی ہوگی اگر وہ اپنے طلباء کے روبرو ایسی توجہ کی ضرورت کو توضیح و تشریح کے ساتھ بیان کرتا ہے

استاد کو کبھی یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ فن تعلیم کا مقصد صرف یہی ہے کہ لڑکوں کو چند کام دیدیئے جائیں۔ جن کو انجام دینے کے لئے اُن پر جہاں تک ہوسکے دباؤ اور زور ڈالا جائے۔ کیونکہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ اس طرح دباؤ ڈال کر یا خوف دلا کر کسی کام کو کرانے کے لئے اگر تحریک کی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لڑکوں میں کام کرنے کی کچھ بھی دلچسپی پیدا نہ ہوگی اور نہ آئندہ کے لئے وہ ایسے کاموں میں گہری دلچسپی لے سکیں گے۔ آج بھی ایسے ہزاروں لاکھوں افراد موجود ہیں جو صرف اس قسم کے سلوک کی وجہ سے توجہ ارادی کی منزل سے کبھی آگے نہ بڑھ سکے۔ بخلاف اس کے آج اُن لوگوں کے دلوں میں اُن علوم و فنون کے متعلق ایک خاص قسم کی دائمی نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ جن کو کسی زمانے میں وہ نہایت شوق کے ساتھ سیکھنا چاہتے تھے۔ اُستاد کا فرض منصبی گاڑی چلانے والے یا محنت سے کام لینے والے لوگوں کے کام سے بالکل جداگانہ ہے۔ بلکہ اُستاد کا کام رائے دینا اور راستہ بتلانا ہے۔ اُستاد کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ توجہ ثانوی کو پختگی دے۔ اس کام کو انجام دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ترقی کی منزلیں درجہ بدرجہ۔ آہستہ آہستہ۔ اور قدم بقدم طے کی جائیں۔ تاکہ لڑکوں پر یہ ثابت ہو جائے کہ سبق کی پچھلی منزل پر۔ بخوبی قادر ہو جانے اور اس کی تمام چھوٹی بڑی باتوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد سبق کی ہر نئی منزل کو بخوبی سمجھنے کی کوشش کرنا نہایت مفید و ضروری ہے۔

بطور مثال سوالات کے ذریعہ تعلیم دینے کے طریقے کو لیجئے۔

جزائر برطانیہ کا جغرافیہ اگر قدیم طریقۂ تعلیم کے مطابق پڑھایا جائے تو یہ صرف ایک ایسا سبق ہوگا جس سے چند معلومات حاصل ہوں گی۔ قدیم طریقۂ تعلیم کے مطابق یہ سبق یوں دیا جائے گا کہ نقشہ میں جزائر برطانیہ کا محل وقوع بلحاظ اس کے اطراف کے سمندروں اور ملکوں کے بتلایا جائے گا۔ ان جزائر کی ہیئت طبیعی یعنے پہاڑ۔ میدان۔ سمندر اور دریا وغیرہ کے حالات سمجھا دئے جائیں گے۔ اس ملک کی آب و ہوا بہی اطراف کے سمندروں۔ موسمی ہواؤں۔ پہاڑوں۔ ارض بلد وطول بلد کا ذکر کر کے سمجھا دی جاسکتی ہے۔ آخر کار اس ملک کی پیداوار اور باشندوں کے متعلق چند باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ لیکن عملی طریقۂ تعلیم کی رُو سے اس سبق کی تفہیم کے لئے ہمیں ایک نیا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ طلباء کو یہ فرض کرنے کے لئے کہا جائے گا کہ سب مل کر انگلستان کا سفر کر رہے ہیں تو خود بخود ان کے ذہن میں یہ خیالات پیدا ہوں گے کہ اس ملک کو جانے کے سفری ذرائع اور اخراجات کیا ہیں۔ اس ملک کے لوگوں کے رسم و رواج کیسے ہیں۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد کہاں رہیں گے۔ کن کن مقامات کی سیر کریں گے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے سوالات بہی خود بخود ذہن میں آتے جائیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لڑکوں کو نئے معلومات حاصل کرنے کی از خود ضرورت محسوس ہونے لگے گی۔ اور وہ اسی قسم کی معلومات کو عادی طور پر سمجھ لیں گے۔ بخلاف

اس کے معمولی طریقہ تعلیم سے یہ سب باتیں صرف خیالی اور بے مزہ رہ جائیں گی۔

عملی طریقہ تعلیم نہایت مفید و پسندیدہ ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن نہیں کہ اسی طریقہ سے ہر موقع پہ کام لیا جائے۔ اور معمولی طریقہ تعلیم کو یک لخت چھوڑ دیا جائے۔ عملی طریقہ تعلیم کا اصلی غرض یہ ہے کہ ابتدائی منازل میں معلومات کو حاصل کرنے کے لئے بچوں میں ذوق و شوق کی چنگاری بھڑکا دی جائے۔ جب کبھی سبق میں بہت دیر تک صرف واقعات ہی واقعات کہنے پڑیں اور لڑکوں کی دلچسپی کم ہونے لگے تو اس موقع پہ بھی بطور تبدیلی اس طریقہ تعلیم کو اختیار کرکے سرد طبیعتوں میں گرمی اور شوق پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر بچوں کی تعلیم کا آغاز نہایت عمدہ طور پر ہو جائے تو وہ خود بخود باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے پر راغب ہو جائیں گے۔ ہر ایک بات اُسی مہارت اور ہوشیاری پر موقوف ہے۔ جس سے اُستاد سبق کی ایک منزل میں علم کی نئی کڑیوں کو سابقہ معلومات کی زنجیر سے ملحق کرتا ہوا نہایت صاف اور نمایاں طور پر سبق کی ساری باتوں پر طالب العلم کو قادر وحاوی کر دے۔

اس قانون کا فلسفہ

۴ اساتذہ خواہ عملی طور پر لڑکوں میں سبق سے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کریں یا نہ کریں۔ لیکن وہ اس امر کو فوراً قبول کرلیں گے کہ بغیر توجہ کے لڑکے علم حاصل نہیں کر سکتے۔ غیر متوجہ لڑکوں کو پڑھانے سے

کسی بہرے یا مردہ آدمی کو پڑھانے کی کوشش کرنا بہتر ہے۔ یہ تمام باتیں شاید کسی بحث و تمحیص کی محتاج نہ ہوں۔ اگر ہم اُن واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو اس قانون کی پوشیدہ طاقتیں اور فوائد بخوبی ظاہر ہو جائیں گے۔

۵ علم کسی ایک مادی شئی کی طرح ایک دماغ سے دوسرے دماغ کو روانہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ خیالات ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کو چھونا یا اُٹھا لیجانا ممکن ہو۔ کسی شخص کے دماغ کو آمادہ و متوجہ بنانے کے بعد افکار و خیالات اُسی طرح بھیجے جا سکتے ہیں جس طرح کہ اِن افکار کو ہمارے دماغ میں داخل کرنے کے لئے ہمیں آمادہ و متوجہ ہونا پڑا تھا۔ افکار کو دوسرے قالب میں اور تجربے کو دوسرے ہیئت میں بدلنا پڑتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ کسی کے ذہن میں صرف بیان کر دینے سے افکار داخل نہیں ہو جاتے۔ بلکہ اِن کو پیش کرنے کے لئے چند اور خاص امور کی ضرورت ہے۔

متعلم کو اپنا سبق سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ ایک خاص مقصد اور کارروائی کو مدنظر رکھ کر کام کرنا جائے۔ یا بالفاظ دیگر متعلم کو چاہیئے کہ اپنے سبق پر اچھی طرح سے متوجہ ہو۔ صرف اُستاد کی طرف گھور کر دیکھنا اور اُس کی باتوں کا سُن لینا کافی نہیں۔ اگر دماغ صرف ادھورے طور پر آمادہ ہو تو۔ دماغ میں داخل ہونے والے تصورات بالکل ضعیف اور ٹوٹے پھوٹے ہوں گے۔ جن کی موجودگی سے کوئی فائدہ نہ ہو سکا۔ ممکن ہے کہ اُستاد اور نصاب تعلیم دونوں معلومات سے بھرے ہوئے ہوں۔ لیکن اُن سے متعلم صرف اُتنے ہی معلومات حاصل کر سکے گا۔ جن کو اپنے ذہن میں بخوبی نقش کرنے کے لئے کوشاں اور متوجہ ہوا ہو۔

۶ یہ خیال سراسر غلط ہے کہ نفس یا ذہن ایک ظرف ہے جس میں دیگر لوگوں کے خیالات ٹھونس دئیے جا سکتے ہیں۔ جہاں تک ہم سمجھ سکتے ہیں۔ نفس یا ذہن اپنی نوعیت میں ایک طاقت یا قوت ہے جو تحریکات سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ کلاک کا گھنٹہ زور سے بجتا ہوا سنائی دے۔ اور کوئی شئی نظر سے گذرتی ہوئی آنکھوں میں اپنا نقشہ جما دے۔ لیکن غیر متوجہ دماغ ان آوازوں کو نہیں سنتا۔ اور ان اشیاء کو نہیں دیکھتا۔ بعض اوقات یوں بھی ہو جاتا ہے کہ کسی کتاب کا پورا صفحہ پڑھ دیا گیا ہے۔ اور آخری سطر پہ آنے کے بعد پڑھنے والے کو اس عبارت کا مطلب کچھ بھی معلوم نہ ہوا۔ حواس نے اپنا کام تو ادا کر دیا۔ لیکن نفس دوسرے افکار کے ساتھ سرگرم کار تھا۔ اس لئے مضمون کا مطلب معلوم نہ ہوا۔

۷ عضلاتی افعال کی قوت کی طرح ذہنی افعال کی قوت بھی اس طاقت کو جوش میں لانے والے مہیج (STIMULUS) کے مساوی ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ متعلم کا نفس استاد کے حکم کو ماننے یا اپنا فرض ادا کرنے کے اشارہ کو فوراً قبول کرنے پہ آمادہ نہ ہو۔ جب ہم اپنا کام ایک مضبوط ارادے اور پوری توجہ کے ساتھ کرنے لگتے ہیں تو اُس کام کا اثر بھی زیادہ سے زیادہ عمدہ اور پائدار ہوگا۔ غیر متوقع طاقتوں کا ذخیرہ سخت ضرورتوں پر آن موجود ہوگا۔ اپنے کام سے خوب خوب دلچسپی بڑھتی جائے گی۔ توجہ بھی بڑھنے لگے گی۔ اور ہم کارہائے نمایاں انجام دینے کے قابل بن سکیں گے۔

دلچسپی کے سرچشمے

۸ دلچسپی کے سرچشمے بہت سے ہیں - جو توجہ کو قریب کرتے
جاتے ہیں - ہر ایک عضو حاسہ (SENSE ORGAN
منتظم کے نفس کا پہاٹک ہے - ضدی ننھے بچے خوشنما رنگین چیز کو
دیکھکر پھسل جاتے ہیں - اور اگر کوئی عجیب چیز ان کے آنکھوں کے روبرو
ہلائی جائے تو رونا چھوڑ دیتے ہیں - لیکچرار یا مقرر کے ہاتھوں کی
حرکت اُس کا تبسم - اُس کی جوشیلی جادو بھری نظریں - اُس کی
آواز کا نشیب و فراز وغیرہ سامعین کی توجہ کو بہ نسبت مضمون
تقریر کے زیادہ مائل کر لیتی ہیں - نفس ان باتوں یا چیزوں
زیادہ متوجہ ہوتا ہے - جو حواس پر پُر زور اثر ڈالتی ہیں -

۹ ممکن ہے کہ اُستاد کو مقرر کی طرح آزادی کے ساتھ جسم
حرکات کرنے یا پُر جوش لب و لہجہ میں اپنے خیالات کو ظاہر کرنے
چنداں موقع نہ ہو - لیکن ایک حد تک اُستاد کو اپنے چہرے - آ
اور ہاتھ سے کام لینا چاہیئے - دوران تفہیم میں اگر اُستاد اپنا
ہاتھ ایک اوپر کو اُٹھا کر خاموش کھڑا ہو جائے تو لڑکوں کی گھبراہٹ
بے چینی رُک جائے گی - اور لڑکے اُستاد کی باتوں کو سُننے پر متوجہ
ہو جائیں گے - دوران سبق میں بطور تشریح کسی تصویر کا دکھا
کسی شکل یا نقشے کو تختۂ سیاہ پر لکھنا بدترین غافل دلے پر دا
بھی متوجہ کر لے گا - اور مردہ دلوں میں جان ڈال دے گا - اچانک
آواز کو بلند یا دھیمی کر دینے سے بھی تازہ توجہ حاصل کر لی جا سکتی
یہ تمام توجہ حاصل کرنے کے قیمتی راز ہیں -

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ان حکمتوں کو صرف حسب ضرورت

لانا چاہیئے۔ ہمیشہ کے لئے تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ سبق اس انداز کے ساتھ لڑکوں کے روبرو پیش کیا جائے۔ جس کی بدولت بچوں کی توجہ برابر قایم رہ سکے۔ لڑکوں کو اپنے خیالات مجتمع کرنے یا ایک مرکز پہ لانے کی تعلیم دو۔ تاکہ وہ بہت جلد توجہ ارادی یا توجہ فاعلی کی منزل سے آگے بڑہ کر اُس مفید و پسندیدہ منزل پر جا پہنچیں۔ جس کا نام توجہ تبعی یا توجہ ثانوی ہے۔ توجہ کو حاصل کرنے کے لئے مصنوعی ہیجان یا محرکات کو سب سے آخری ذریعہ تصور کرو۔

۱۰ بچوں میں اصلی اور سرگرم توجہ کو پیدا کرنے کے لئے سبق کا تعلق اُن کی سابقہ معلومات کے ساتھ دکھلاؤ۔ اگر یہ بھی بیان کر دیا جائے کہ اسی سبق سے اُن کی آیندہ زندگی میں کس قدر عملی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو بچوں کی توجہ بدرجہا زیادہ ہو جائے گی۔ دوران سبق میں اُستاد کی ہمدردانہ روش اور شگفتہ دلی طلبا میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جد و جہد اور رشک سے سبق کی دلچسپی زیادہ ہو جا سکتی ہے۔ یہ سب باتیں متعلم کی ذاتی دلچسپی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے اِن کا اثر اُس کی شخصیت پر بھی بخوبی ہوتا ہے۔

دلچسپی عمر کے ساتھ بدلتی رہتی ہے

۱۱ اس امر کا جاننا نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ جوں جوں عمر بڑہتی جائے عقل و فراست بھی ترقی کرتی جائے گی۔ پس دلچسپی بھی عمر کے ساتھ ساتھ بڑہتی جاتی ہے۔ سولہ سال کی عمر والے لڑکے کے لئے جو باتیں موجب دلچسپی ہوتی ہیں۔ شاید ہی کسی پانچ سال کے ننھے بچے کو اُن سے دلچسپی ہو۔

ننھے بچے اور نوجوان کم و بیش ایک ہی قسم کے نظاروں اور چیزوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کا نقطۂ نظر مختلف ہوتا اور ہر ایک علحدہ علحدہ رخ پر نظر کرتے ہیں۔ جس چیز کے صرف رنگ و روغن کو دیکھکر بچے خوش ہو جا سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس چیز کا رنگ و روغن نوجوان طالب العلم کے لئے کوئی مسرت کا باعث نہ بن سکے۔ بلکہ وہ اُن باتوں کو معلوم کر کے خوش ہو جائے گا کہ یہ رنگ کیوں کر بنائے۔ اور کس طرح اُس چیز پر چڑھائے گئے ہیں۔ اور اُس چیز کو رنگین بنانے کی غرض و غایت کیا ہے۔ جوں جوں بچے جوان ہونے لگیں گے۔ اُن کی دلچسپیاں بھی بدلنے لگیں گی۔ جو رفتہ رفتہ مادی چیزوں سے گزر کر مجردی چیزوں پر جا ٹھہرتی ہیں۔

چونکہ توجہ دلچسپی کے ساتھ ساتھ آتی ہے۔ اس لئے دلچسپی کو حرکت دینے کے بغیر یکبارگی توجہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا بڑی غلطی ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ سبق پر اچھی طرح متوجہ ہونا طلباء کا فرض منصبی ہے۔ لیکن اس فرض کو ادا کرنے کا خیال معلم و متعلم دونوں کو رہنا چاہیئے۔ محبت اور ہمدردی سے ننھے بچے اپنے فرائض آسانی سے بخوبی انجام دیتے ہیں۔ جن جن باتوں کے ساتھ اُستاد کو دلچسپی اور محبت ہو۔ اس طریقے سے طلباء بھی ان باتوں سے دلچسپی لینے کے قابل بن جاتے ہیں۔ گو وہ اِن باتوں کی اہمیت کو اُس وقت معلوم نہ کر سکیں۔

توجہ میں مزاحم ہونے والے اسباب

۱۲ توجہ میں مزاحمت پیدا کرنے والے دو اہم اسباب بے پروائی

اور پراگندگی ہیں۔ سبق سے متعلم کا بدمزہ ہو جانا۔ یا اس سبق میں متعلم کی دلچسپی کا کوئی سامان موجود نہ ہونا۔ یا تکان۔ ماندگی۔ یا دیگر جسمانی تکالیف۔ اِن تمام باتوں سے متعلم میں بے پروائی پیدا ہو جاتی ہے۔ مختلف امور پر توجہ کو منتشر کر دینے کا نام پراگندگی یا پریشانی ہے۔ اور یہ چیز ہر قسم کے علم کی سخت دشمن ہے۔ اگر بے پروائی یا پریشانی۔ ماندگی۔ یا بیماری کی وجہ سے ہو تو عقلمند اُستاد کو چاہیئے کہ بعوض زبردستی سے سبق پڑھانے کی کوشش کرنے کے سبق ہی موقوف کر دے۔

اساتذہ کے لئے قواعد

قانون متعلم سے استاد کے لئے حسب ذیل اہم قواعد برآمد ہوتے ہیں :—

(۱) جب تک جماعت کے طلباء کی توجہ حاصل نہ کی جائے۔ کوئی سبق ہرگز شروع نہ کرو۔ چند لمحوں کے لئے طلباء کے چہروں پر بنظر غور دیکھکر اپنی تشفی کر لو کہ آیا وہ جسمانی اور دماغی طور پر بھی دہاں موجود ہیں ؟

(۲) جب کبھی توجہ میں ہرج واقع ہو یا توجہ بالکل ہی مفقود ہو جائے تو تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہ جاؤ۔ اور توجہ کے از سر نو حاصل ہونے تک منتظر رہو۔

(۳) اپنے طلباء کی ساری توجہ کو یک لخت صرف کر کے اُن کو کاہل نہ بنا دو۔ جب کبھی لڑکوں میں ماندگی کی علامات نظر آئیں تو

ٹھر جایا کرو ۔

(۴) طلباء کو ایسی مشقیں دیا کرو جو اُن کی عمر کے مطابق ہوں۔ بچے جتنے کم عمر ہوں گے سبق بھی ویسے ہی مختصر ہوا کریں ۔

(۵) جب کبھی ضرورت پڑے سبق کو پیش کرنے کے طریقوں میں جدت طرازی پیدا کیا کرو ۔ لیکن احتیاط رکھو کہ طلباء کے خیالات منتشر ہونے نہ پائیں ۔ اصلی سبق پر خوب نظر رکھو۔

(۶) سبق کو اس قدر دلچسپ بناؤ کہ طلباء بھی ہمہ تن متوجہ ہو کر سبق سے دلچسپی لیں ۔ سارے سبق میں اس دلچسپی کو برقرار رکھو۔ توجہ اور دلچسپی ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں ۔ اور دونوں ایک دوسرے پر اُلٹ پلٹ کر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔

(۷) سبق کے متعلق ایسی توضیحات اور تشریحات پیش کیا کرو۔ جو بچوں کی عمر اور استعداد کے مطابق ہوں ۔

(۸) جب کبھی ممکن ہو۔ بچوں کو اپنے فرائض کی ادائیگی پر متوجہ کرتے رہو ۔

(۹) بچوں میں توجہ اور دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مرغوب کہانیاں ۔ نظمیں ۔ یا دیگر روزمرہ کے واقعات کا کہنا نہایت مقبول اور کامیاب تدابیر ہیں ۔ اِن کہانیوں کے نتائج پہلے معلوم کرلو ۔ اور پھر اُن سے کام لو۔

(۱۰) خیالات کو منتشر کرنے والے اسباب کے متلاشی رہو ۔ جماعت کے اندر اور باہر شور و غل ہونے نہ دو ۔ ایسے ہی دیگر اسباب کو جہاں تک ہوسکے دور کر دیا کرو۔

(۱۱) پہلے ہی سے ایسے سوالات تیار کر لیا کرو۔ جو خیالات میں جوش اور تحریک پیدا کرنے والے ہوں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ یہ سوالات بچوں کی عمر اور استعداد سے کہیں بڑھ چڑھ کر نہ ہوں۔

(۱۲) سبق کو نہایت دلفریب پیرائے میں پیش کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ نقشہ جات۔ تمثیلات۔ توضیحات۔ وتشریحات وغیرہ سے اچھی طرح کام لو۔ لیکن یہ توضیحات کہیں اتنے زیادہ اور غیر ضروری بھی نہ ہوں کہ بجائے بچوں کی توجہ کسی خاص مضمون پر جمی ہوئی رہنے کے وہ خود اِن توضیحات پر نظر کرتے ہوئے کہیں پریشان نہ ہو جائیں۔

(۱۳) جہاں تک ہو سکے تم بھی نہایت توجہ کے ساتھ کام کیا کرو۔ اور سبق دیتے ہیں۔ زندہ دلی۔ شگفتگی۔ اور گہری دلچسپی کو مدنظر رکھو۔ تمہاری اصلی اولوالعزمی۔ اور سرگرمی دوسروں میں منتقل ہو جائے گی۔

خلاف ورزیاں اور غلطیاں

قانونِ متعلم کے خلاف عمل میں آنے والی غلطیاں متعدد ہیں۔ جن میں سے بعض فاش غلطیوں کا یہاں ذکر کیا جائے گا۔ جو اساتذہ سے متعلق ہیں :—

(۱) اکثر اوقات لڑکوں کی توجہ حاصل کرنے سے پیشتر سبق اُس وقت سُننے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور سبق اتنی دیر تک

سُننے جاتے ہین ۔ جب کہ کچھہ بہی توجہ باقی نہین رہتی ۔ کیا خوب ہو کہ لڑکون کے مدرسہ مین داخل ہونے سے پہلے اُستاد سبق شروع کرے ۔ اُن کے واپس ہو جانے کے بعد سبق کو جاری رکہے ۔

(۲) بچون کی قوت توجہ صرف ہو جانے اور اُن کے تہک جانے کے بعد بہی اُن پر اکثر اوقات سبق سنانے کے لیئے ظلم کیا جاتا ہے ۔

(۳) طلباء کے ذوق و شوق اور تجربات کو معلوم کرنے اور سبق سے اُن کو اصلی اور گہری دلچسپی پیدا کرنے کی کچھہ بہی کوشش نہین کی جاتی ۔ چونکہ اُستاد کو سبق سے چندان دلچسپی نہین ہوتی ۔ جس کی وجہ سے بعوض بچون کی توجہ کو باسانی حاصل کرنے کے اُن کو زبردستی متوجہ ہونے پر مجبور کرنا چاہتا ہے ۔ پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچون مین سبق سے دلچسپی پیدا ہونا تو درکنار ۔ اس کے عوض سارے سبق سے سخت نفرت پیدا ہو جاتی ہے ۔

(۴) بہت سے اساتذہ سبق کے متعلق دلچسپی کی محرکات ۔ نئی نئی باتون کے دریافت نہ کرنے ۔ یا کوئی مرغوب و خوش آیند واقعات بیان نہ کرکے لڑکون کی توجہ کو برباد کر دیتے ہین ۔ وہ سبق کو ایک بلائے درمان سمجہہ کر بہنبہنائے جاتے ہین ۔ قدرتاً بچے بہی سبق کو یون ہی سمجہنے لگتے ہین ۔

قوانین تعلیم کی غلطیون اور خلاف ورزیون کی وجہ سے ہمارے

مدارس کی تعلیم کا بالکل غیر خوش آیند ہونا۔ اور ان کی کامیابی کا اس قدر محدود ہو جانا کوئی تعجب کی بات ہنین۔ اساتذہ کو چاہیے کہ اس قانونِ متعلم پر خوب غور و خوض کر کے عمل پیرا ہون۔ توجہ کو حاصل کرنے اور برقرار رکھنے۔ اور اصلی دلچسپی پیدا کرنے کے فن مین اُستاد کو ماہر و طاق ہو جانا چاہیئے۔ جب کہین اُس کو اپنے کام مین کامیابی حاصل ہو کر نخلِ تمنا گلِ مراد سے بار آور ہوگا۔

باب چہارم

زبان کا قانون

۱ اب تک ہم معلم اور متعلم کے قوانین پر بحث کرتے رہے۔ جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اُستاد کو جیسی سبق کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یوں ہی متعلم کو بھی دلچسپی اور توجہ کی سخت ضرورت ہے۔ آئیے اب ہم ان دونوں کے درمیان سلسلۂ گفتگو یا اُستاد کے خیالات کو شاگرد کے دماغ تک پہنچانے کا ذریعہ۔ یعنے قانونِ زبان پر غور و بحث کریں۔

۲ مادّی اجسام میں مقید شدہ دو الگ الگ اشخاص کو روحانی طور پر باہم ملانا خیالات اور جذبات کا کام ہے۔ مختلف افراد کے مابین گفت و شنید کے لئے کوئی روحانی ذریعہ اب تک دریافت نہیں ہوا۔ ہمارے اعضائے حاسہ جو مادّی جسم کے چند اجزا ہیں۔ مادے اور حقیقی مظاہر کے ذریعے متاثر و منقش ہوتے ہیں۔ ان مظاہر سے لوگوں کو ایسے نشانات۔ حرکات۔ تجویز کرنا چاہیئے۔ جن کے ذریعہ ایک شخص اپنے خیالات کو کم دوسرے پر ظاہر کر سکتا ہے۔ ایسے حرکات یا نشانات کے انتظام کو زبان کہتے ہیں۔ وحشی اقوام کی منقش تحریریں یا بہرے اور گونگوں کے دستی

اشارے۔ یا زبانی تقریر۔ یہ سب گو کہ ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ نظر آتے ہین۔ تاہم یہ سب بجائے خود زبان ہین۔ جو دو ذہنون تک خیالات کو پہنچانے کا ذریعہ اور جو تعلیم کے لئے نہایت ضروری آلہ ہین۔ فن تعلیم کے دیگر اجزا کی طرح زبان بھی اپنا خاص قانون رکھتی ہے

۳ یہ قانون بھی دیگر سابقہ قوانین کی طرح معمولی طور پر سلیس وسادہ ہے۔ جو ان الفاظ مین کہا جا سکتا ہے۔

تعلیم دینے کے لئے جو زبان استعمال کی جائے وہ معلم و متعلم دونون کی مشترکہ زبان ہو۔ یا بالفاظ دیگر زبان ایسی ہو جس کو معلم اور متعلم اپنے صحیح معنون مین آسانی سے سمجھ سکین۔

اس قانون کا فلسفہ

۴ زبان کا قانون نفس کی گہرائیون تک جا پہنچتا اور خیالات کے وسیع رشتون مین اپنی زندگی اور بنیادی تعلقات سے وابستہ ہوتا ہے۔ غور وفکر کرنے کی طاقت زیادہ طور پر کلام کی ترتیب۔ اور نوعیت پر موقوف ہے۔

۵ زبان اپنی نہایت ہی سادہ حالت مین مصنوعی نشانات کا ایک مجموعہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مختلف الفاظ یا اشارات۔ اس چیز سے مشابہت نہ رکھتے ہون جس کو وہ ظاہر کرنا چاہتے ہین۔ اور ان کے کوئی اصلی معنے بھی نہین ہوتے۔ تاوقتیکہ ہم بلا کسی قاعدہ کے ان کو کوئی خاص معنون پر استعمال کرین یا سمجھین۔ ایک لفظ ایک خیال کا اسی وقت

مظہر ہو سکتا ہے ۔ جب کہ کوئی شخص اس خیال کو جانتا ہو ۔ اور جو یہ ہی سیکھہ چکا ہو کہ فلاں لفظ اُس خیال کو ظاہر کرنے والا نشان یا اشارہ ہے ۔ نفس میں کسی خیال یا تصویر کے بغیر لفظ کان میں صرف ایک بے معنی آواز کے طور پر داخل ہوتا ہے ۔ اور اس سے کوئی نتیجہ یا اشارہ ظاہر نہیں ہوتا ۔ ہر ایک شخص زبان پر اتنی ہی دسترس رکھتا ہے ۔ جس کو اُس نے سیکھہ لیا ہو ۔ ممکن ہے کہ معلم کے لغات کا ذخیرہ بہ نسبت متعلم کے بدرجہا زیادہ ہو ۔ لیکن بچے کے خیالات صرف اسی کے الفاظ میں سمجھائے جا سکتے ہیں ۔ اگر اُستاد کو کوئی باتیں بچوں سمجھانی ہوں تو اُس کو اپنے متعلم کی زبان کے دائرہ میں آجانا ضروری ہے اس دائرہ کے باہر اُستاد جوں جوں غیر مانوس الفاظ کو بڑھاتا اور مانوس الفاظ کو گھٹاتا جائے گا ۔ اس کی تقریر بے معنی ہوتی جائے گی ۔ یا بچے اس تقریر کو بالکل غلط یا اُلٹے معنوں میں لیا کریں گے ۔

۶ ہماری زبان میں اکثر الفاظ ایسے ہیں جو متعدد معنوں میں استعمال ہوتے ہیں ۔ مثلاً لفظ گرم کو لو اور دیکھو کہ کون مختلف جملوں میں گرم کن کن مختلف معنوں پر استعمال کیا گیا ہے :-

گرم اخبار ہے ۔ ہوا گرم ہے ۔ زمانہ کے سرد و گرم سے
واقف رہو ۔ زید اپنے ملازم پر گرم ہو گیا ۔ دودھ گرم کرو ۔
کوئین گرم ہے ۔

مختلف معنے رکھنے والے اس قسم کے الفاظ سے مقررین یا شعرا زیادہ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں ۔ لیکن ننھے متعلموں کو ان کے سمجھنے میں بڑا مشکل پیش آتی ہے ۔ وہ ایک لفظ کو کسی خاص خیال کا مظہر تصور کر لیتے

سکے بعد اُن کو اُسی لفظ مین ایک اور نئے خیال کو سمجھنے کی ضرورت پیش آجائے تو گھبرا اُٹھتے اور سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہین۔

بچے اس جملے کو فوراً سمجھہ جایئن گے کہ دُودہ گرم ہے۔ مگر وہ اِس جملے کو کیا خاک سمجھہ لین گے کہ فلان بزرگ سرد وگرم روزگار چشیدہ ہے۔ حالانکہ ہر دو جملون مین لفظ گرم موجود ہے۔ لیکن ایک گرم اپنے عام معنون مین استعمال ہوا ہے۔ اور دوسرا گرم بچون کے لئے کوئی خاص معنی نہین رکہتا۔ جو استاد الفاظ کے مختلف معنون سے آگاہ ہوکر حسب موقع بار بار ایک ہی لفظ کو مختلف معنون مین استعمال کرتا ہوا سبق کو سمجہانے کی کوشش کرے اور یہ سمجھہ لے کہ اس کی تفہیم روشن اور اعلیٰ خیالات سے لبریز ہے۔ ہرگز اپنے مقصد مین کامیاب نہین ہوسکتا۔ کیونکہ اس کے متعلمون کو شاید اُس لفظ کا فقط ایک ہی معنی معلوم ہو۔ اور جن جن دیگر موقعون پر دوسرے معنون مین یہ لفظ استعمال کیا گیا ہو وہان تو بچے صرف متحیر اور دنگ رہ جایئن گے اور یہ معلوم نہ کرسکین گے کہ اُستاد صاحب کیا بک رہے ہین۔ صرف نتیجہ یہ ہوگا کہ اُستاد کے چند بے معنیٰ الفاظ بچون کے کانون سے ٹکرا کر بغیر کسی خیال کو ظاہر کرنے کے غائب ہونے جایئن گے۔ بعض اوقات ہم یہ سُن کر نہایت حیرت زدہ ہو جاتے ہین کہ ہم نے کیا کہا تہا اور بچون نے کیا کا کیا سمجھہ لیا۔ یون ہی جب بے علم لوگ کسی مقرر کی فصیح و بلیغ تقریر کو سُنتے ہین تو اپنی اپنی سمجھہ کے مطابق تقریر کو مختلف معنون مین سمجھہ لیتے ہین۔ اور بعضون کو تو کچھہ بھی معلوم نہین ہوتا۔ اور بعض تو فوراً مجلس سے چل کھڑے ہوتے ہین۔ شاید ناظرین نے اُس لطیفے کو سُنا ہوگا لمبی ڈاڑہی والے کسی واعظ کی تقریر سے کسی دہقان پر بہ نسبت اُن کے وعظ کے اِن کی لمبی ڈاڑہی کے ہلنے کا

کیا اثر پڑا۔ اور وہ شخص کس قدر آبدیدہ ہو گیا۔ اور جب مقرر نے اُس کو آب دیدہ پا کر فرطِ خوشی سے پوچھا کہ آپ پر میری تقریر کا کیسا اثر پڑا۔ اُس کے مضحکہ خیز جواب سے واعظ کو کس درجہ ندامت ہوئی۔

پس ہمیں چاہئیے کہ ہمیشہ مخاطب کی سمجھ اور لیاقت کو مدنظر رکھکر ایسے سہل الفاظ میں گفتگو کیا کریں جن کے معنے وہ صحیح طور پر بآسانی سمجھ لیں مُلّا دو پیازہ اور ایرانی مُلّا کی گفتگو بھی اسی ضمن میں موجب دلچسپی ہوگی :-

ایرانی ملا نے انڈا دکھلایا تو ملا دو پیازہ نے پیاز دکھلائی۔ ایرانی ملا نے پنجہ دکھلایا۔ ملا دو پیازہ نے مٹھی باندہ کر دکھلائی وغیرہ۔ ایرانی ملا کا خیال انڈا دکھلانے سے یہ تھا کہ زمین انڈے کی طرح گول ہے۔ لیکن مُلّا دو پیازہ نے انڈے کو انڈا ہی سمجھا اور اس کو پکانے کے لئے پیاز دکھلائی۔ پیاز کو دیکھ کر ایرانی ملا نے سمجھا کہ واقعی ملا دو پیازہ بڑا قابل شخص ہے۔ یعنے پیاز دکھلا کر یہ کہتا ہے کہ زمین کی تہیں پیاز کی پرتوں کی سی ہیں وغیرہ وغیرہ

مرکب خیال

۷ زبان کو مرکبِ خیال بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ مرکب خیالات کو اس طرح نہیں لے جاتا۔ جیسے کہ دیگر باربرداری کے جانور مختلف اسباب کو خالی گودام میں لیجا رکھتے ہیں۔ یہ مرکب خیالات کو اس طرح لے جاتا ہے۔ جس طرح کہ تار برقی پیغامات کو لے جاتی ہے۔ اور یہ پیغامات تار بابو کے لئے مانند اشاروں کے ہوتے ہیں۔ جن کو تار بابو دوبارہ عام زبان میں ترجمہ کرتا ہے۔ خیالات کو دوسروں کے دماغ تک پہنچانے کے لئے جو زبان استعمال کی جائے۔ اُس کی

عمدگی کا معیار متکلم کی فصاحت و بلاغت پر موقوف نہین بلکہ مخاطب کا اُس کی زبان کو بآسانی صحیح اور ٹھیک طور پر سمجھہ جانے پر موقوف ہے۔

جو الفاظ ناتربیت یافتہ اور نوعمرون کے لئے حقیر اور کم زور ہون۔ نوجوانون اور تربیت یافتہ دماغون سے لئے وہی الفاظ فصاحت و بلاغت کا موجب بنتے اور گہرے اور موثر معنے رکہہ سکتے ہین۔ مختلف لوگ لفظ چالاک کے مختلف معنے لین گے :۔

چالاک طالب العلم۔ چالاک گہوڑا۔ چالاک چور۔
چالاک نظر۔ چالاک جراح۔ چالاک تاجر۔
چالاک ایڈیٹر۔ چالاک مصنف۔ چالاک تُرک ۔
چالاک جاپانی۔ وغیرہ وغیرہ۔

معمولی لفظ چالاک کم عمر بچون کے لئے زیادہ معنے نہین رکہتا۔ لیکن تربیت یافتہ لوگون کو ہر نئے موقع پر یہ لفظ نئے معنون مین نمودار ہوگا۔

ناظرین نے سنا ہوگا کہ لفظ "جہک مارا" پر بنگلور کے دو متمول سیٹھہ صاحبون مین کیسی زور کی لڑائی آن پڑی۔ اور مقدمہ بازی مین طرفین کے ساٹھہ ستر ہزار برباد گئے۔ حالانکہ یہی لفظ بچون کے مفہوم مین معمولی مذاق کو ظاہر کرتا ہے۔

ایسی مثالین ناظرین کو روزمرہ ملتی رہتی ہین۔ کہ متکلم کا مافی الضمیر کچہہ ہوتا ہے۔ اور مخاطب کچہہ اور سمجہہ لیتا ہے۔ جس سے اکثر اوقات ناراضی اور غصے کے مظاہرے دیکہنے مین آتے ہین۔ بمصداق سہ

کیا کہا ہم نے آپ کیا سمجہے ۔

الفاظ کیا ہین ۔ گویا جہاز ہین ۔ جو معلومات کے اُن تمام سواحل کی بیش بہا چیزون سے بہرے ہوئے ہین ۔ جہان جہان متکلم کو لنگرانداز ہونے کا اتفاق ہوا تہا ۔ بخلاف اِس کے بچون کے الفاظ کہلونے کی کشتیون کے ہین ۔ جن مین اُن کے مختصر تجربون کے سادہ خیالات نظر آتے ہین ۔

۸ اسی لئے الفاظ بلحاظ اُن کے معنون کے پسندیدہ و غیر پسندیدہ ہی ہوتے ہین ۔ لفظ مذہب کو سُنتے ہی بعض اصحاب خالق بے چون و چرا کی عظمت و بزرگی اور اپنے دینی فرایض کا خیال کرنے لگ جاتے ہین ۔ انسان کی زندگی مین گناہ اور غم سے بہرے ہوئے تاریک گذرگاہون مین مذہب اعتقاد ۔ صبر ۔ امید اور شاندار و کامیاب مستقبل کے چراغ کو روشن کرکے معبود حقیقی کے رحم و کرم کا امیدوار بناتا ہے ۔ اُس شخص کے لئے جو دنیا کے دہندون اور بکہیڑون مین ہمہ تن مصروف ہو ۔ اور بہولے سے بہی خدا کا نام نہ لیتا ہو ۔ مذہب کوئی چیز نہین ۔ وہ مذہب کو بہت سے غیر ضروری فرایض کو انجام دینے ۔ یا منتعدد بے مزہ احکام کو بجالانے کا مترادف خیال کرلیتا ہے ۔ کسی منکر یا دہریے کے لئے مذہب ۔ باطل پرستی ۔ وسواس ۔ اور خوش اعتقادی سے بڑہ کر نہین ہوتا ۔ ہماری زبان مین ایسے سیکڑون عام الفاظ موجود ہین ۔ جن کے معنے مختلف لوگ مختلف طور پر لیا کرتے ہین ۔ وہ اُستاد اپنا فرض منصبی بہترین طور پر انجام دے سکیگا ۔ جو نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے اپنے الفاظ کو انتخاب کرے اور طلباء کے ذہن مین ایسے ہی موزون الفاظ کے ذریعہ اپنے خیالات کی پاک و صاف تصویرین کہینچ دے ۔

۹ اسی کا ایک اور سبب بہی ہے ۔ ہر ایک موثر تعلیم مین خیال

دو طرف گزرتا رہتا ہے۔ معلم سے متعلم کی طرف اور متعلم سے معلم کی طرف۔ جس طرح متعلم کو اُستاد کی باتیں بخوبی سمجھنا ضرور ہے۔ یون اُستاد کو بھی متعلم کی باتیں معلوم کر لینے کی سخت ضرورت ہے۔ اکثر اوقات طلبا رکسی لفظ کو غلط معنون اور غلط موقعون مین استعمال کرتے ہین۔ لیکن ان غلطیون کی برسون تک صحت نہین ہونے پاتی۔ متعلم کی ضرورتون کو اُستاد متعلم کے الفاظ سے پہچان لیا کرے

ایک صاحب نے ایک افسر کو بڑی تعظیم کے ساتھ ان الفاظ مین کھانے کی دعوت دی تھی :-

حضرت غریب کے کبوتر خانے مین آج کی شب مین آپ کو اضافت ہے۔

کسی مجلس مین ایک حاجی صاحب بطور انکسار فرما رہے تھے کہ گو مین مکہ گیا اور مدینہ گیا۔ اور بہت سے مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہوا۔ لیکن من آنم کہ من دانم۔ مین معمولی لیاقت کا آدمی ہون مجھے آتا ہی کیا ہے۔ حاجی صاحب کے ایک دوست نے اس تقریر کو سُن کر حاجی صاحب کی تعریف کرنے کے خیال فوراً یہ شعر پڑھ دیا۔ ~ ۵

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود ؛ چون بیاید ہنوز خر باشد

مجلس مین زور کا قہقہہ پڑا۔ حاجی صاحب بہت خجل ہوئے۔ لیکن اُن کے نادان دوست ایک ایک کو ڈانٹتے ہی رہے کہ آخر ہنسنے کی کیا وجہ ہے۔ حاجی صاحب بڑے لایق آدمی ہین۔ جیسا کہ میرے شعر سے ظاہر ہے۔

آلۂ خیال

۱۰ زبان نہ صرف مرکب خیال ہے - بلکہ آلۂ خیال بھی - الفاظ ایک قسم کے اوزار یا ہتیار ہیں - جو آہستہ آہستہ کام کرکے ذہن کے خام یا ناکمل محسوسات اور اثرات کو صاف اور مفید خیالات و تصورات کے قالب میں ڈہالتے ہیں - خیالات الفاظ میں جنم لیتے ہیں - اور زبان میں اپنی ظاہری شکل و صورت حاصل کرکے پڑہے یا سمجھے جاتے اور دوسروں کے ذہن میں جگہ بنانے کے قابل بنتے ہیں - جب تک خیالات اس طور پہ ظاہر نہ کئے جائیں - وہ بالکل بے معنی - مہمل - اور تاریک رہیں گے -

تعلیم کی نہایت اہم کارگزاری یہ ہے کہ لڑکا اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ اپنے دہندلے - ضعیف اور ناتمام خیالات کو روشن - قوی - اور مکمل بناکر صاف اور واضح الفاظ میں بیان کرسکے - کوئی تعلیم اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی - جب تک کہ سبق کے متعلق ساری تفہیم واضح اور روشن الفاظ میں نہ کی جائے - اس کے یہ معنے ہیں کہ تفہیم بچوں کی زبان میں کی جائے - یہ نہ ہو کہ کسی مصنف کے غیر موزون و مشکل الفاظ سے بہرے ہوئے بنے بنائے جملے یا تعریفیں اُستاد اپنی زبان میں دہرانا جائے - اور بچوں کو رٹوانے کی کوشش بھی کرے -

۱۱ اگر ہم اس منزل سے ذرا اور آگے بڑہیں اور غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ گفتگو کرنا اور خیال کرنا دونوں واحد ہیں - کیونکہ الفاظ کے کہنے سے پیشتر ہمارے ذہن میں خیالات پیدا ہوتے ہیں - تاوقتیکہ کوئی تقریر طوطوں کی طرح بے سمجھے بوجھے رٹ لی نہ گئی ہو -

غور و فکر کرنے میں نہایت مفید اور بعض اوقات نہایت مشکل کام ہمارے خیالات کو صحیح معنوں میں ظاہر کرنے کے لئے اپنی گفتگو میں موزون الفاظ کو چُن چُن کر بٹھلانا ہوتا ہے۔ پہلے پہل خیالات ہمارے روبرو ایک نئے میدان میں ڈھندلے اور منتشر انبارون کی طرح نظر آتے ہیں۔ ان خیالات کو صاف اور صحیح الفاظ کا جامہ پہنا دیں تو وہ میدان ہمارے لئے نیا نہ رہے گا۔ بلکہ ہم اُس سے اچھی طرح مانوس ہو جائیں گے۔ یا ہم اُس میدان کے مالک بن جائیں گے۔ بعض لوگوں کو اپنے آپ سے خود بخود باتیں کرتے ہوئے اکثر احباب نے سنا ہوگا۔ یہ لوگ اپنے منتشر اور ڈھندلے خیالات کو موزون الفاظ کے قالب میں ڈہال کر اپنے خیالات کو صاف اور واضح کر لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۲ ہم تقریر کے ذریعہ کسی صداقت یا حقیقت کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ اور ہم اپنے خیالات کو نہایت صفائی کے ساتھ ادا کر کے خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن گفتگو کو غور و فکر کرنے کی صورت میں لانے کے لئے آزادانہ طور پر بذات خود کوشش کرنی چاہیئے۔ دیگر لوگوں کے الفاظ کو طوطوں کی طرح دُہرانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ متعلم بذات خود زیادہ گفتگو کیا کرے۔ اساتذہ نے دیکھا ہوگا جب بعض لڑکے کسی گتھی کو سلجھانے یا مشکل مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش میں باہمی بحث و تکرار کرتے اور مسئلہ کی حقیقت کو موزون تقریر میں ڈہالنے کے لئے جد و جہد میں حصہ لیتے ہیں تو تقریر کیا کیا رنگ لیا کرتی ہے۔ کیسے کیسے خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور فتح یاب لڑکا کس قدر مغرور و مسرور نظر آتا ہے جس نے اس مسئلہ کی حقیقت کو ٹھیک اور موزون الفاظ کا جامہ پہنا کر تمام حاضرین کو قائل کر دیا ہو۔

ملک سوئٹزرلینڈ کے بڑے ماہر و مصلح تعلیم پسٹالوزی کے ساتھ کام کرنے والے کردسی نامی ایک معلم کا بیان ہے کہ مین نے اپنے ایک متعلم سے کہا کہ اپنے والدین کو ایک خط لکھو۔ لڑکے نے کہا کہ میرے لئے خط لکھنا بہت مشکل ہے۔ کردسی نے کہا کہ کیون۔ اب تمہاری عمر ایک سال زیادہ ہے۔ اور تم کو بہ نسبت پچھلے سال کے بہتر طور پر خط لکھنا چاہیئے۔ جس کے جواب مین لڑکے نے کہا کہ ہان۔ لیکن ایک برس کے پہلے وہ سب باتین اچھی طرح کرسکتا تھا۔ جن کو مین جانتا تھا۔ لیکن اب مین اتنا زیادہ جانتا ہون کہ اُن کو بیان نہین کرسکتا۔ کردسی کہتا ہے کہ اس جواب سے مین سخت حیران ہوگیا۔ سچ ہے :-

(KNOWLEDGE IS A GREAT SCREEN)

العلم حجاب الاکبر۔ یعنے علم ہی بہت بڑا پردہ ہے۔

۱۳ زبان ایک اور طور پر بھی مفید ہے۔ وہ ہماری معلومات کا گودام ہے۔ ہمارے سارے معلومات اُن کے متعلقہ الفاظ مین پوشیدہ رہتے ہین۔ پس الفاظ صرف ہمارے خیالات کے نشانات ہی نہین بلکہ وہ سُراغ رسان بھی ہین۔ جن کی مدد سے ہم اپنے خیالات کو حسب ارادہ حاصل کرتے یا پہچان جاتے ہین۔ ایک سادہ لفظ کے ساتھ مختلف اور الفاظ ملحق کرکے ہم اپنے خیالات کو ٹھیک طور پر ظاہر کرسکتے ہین۔ مثلاً تین لڑکون نے تختۂ سیاہ پر گھوڑے کی شکلین کھینچی ہین۔ جو سب اچھی ہین۔ ایک ماہر فن مصور اُن کو دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ تصویر اچھی ہے۔ یہ بہت اچھی ہے۔ اور یہ سب سے اچھی ہے۔ اِن تین جملون مین لفظ اچھی ہر ایک جملے کی جان ہے۔ اگر اِن جملون مین سے لفظ اچھی نکال دو تو جملے بے معنی

اور بے جان ہو جائیں گے۔ یوں ہی لفظ کار کو مختلف الفاظ یا ملحقات کے ساتھ مختلف معنوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔ جیسے۔ کارگر۔ کارروائی۔ کارکن۔ کارفرما۔ کاریگر۔ کارگذار۔ کارندہ۔ کاروبار۔ کارخیر۔ کاربد۔ کارخود۔ کاربیگانہ۔ کارگاہ۔ وغیرہ۔

۱۴ پس بچوں کی زبان ہم کو نہ صرف بچوں کے معلومات سے ہی آگاہ نہیں کرتی۔ بلکہ اُن کی زبان اُن کے خیالات کے اصلی اجزاء کی مجسم ہوتی ہے۔ اگر ہم بچوں کو اُن کی سادی سیدھی زبان میں تعلیم دیں تو۔ اُس کے یہ معنے ہوں گے نہ ہم اُن کی سابقہ معلومات سے تائید حاصل کر رہے ہیں۔ نئے الفاظ اُسی وقت سیکھے جا سکتے ہیں جب کہ اُن الفاظ سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز روبرو ہو۔ یا کوئی نیا خیال اُن الفاظ کے ذریعہ ظاہر کیا جائے۔ لیکن اِس بات کی سخت احتیاط کی جائے کہ لفظ کے کہنے سے پیشتر اُس چیز یا خیال کو پیش کریں۔ اور لڑکوں کو یہ جاننے کا موقع دیں کہ فلاں لفظ فلاں چیز یا خیال کو ظاہر کرنے والا نشان ہے۔ اِس طریقے سے لڑکے نئی باتوں کو آسانی سے سمجھ کر ذہن نشین کر لیں گے۔

زبان کی ایک اور قسم

۱۵ گفتگو کے لئے صرف الفاظ ہی کوئی ذریعہ نہیں ہیں۔ خیالات کو ظاہر کرنے کے بہت سے اور طریقے بھی ہیں۔ آنکھ۔ سر۔ ہاتھ۔ قدم۔ کاندھا۔ بگل۔ پھریرے۔ سیٹی وغیرہ۔ سے اکثر اوقات گفتگو میں کام لیا جاتا ہے۔ اور جو متکلم کے مافی الضمیر کو بہ نسبت الفاظ کے

بہتر طور پہ ظاہر کرتے ہین - وحشی اقوام جن کے الفاظ خیالات کو ٹھیک طور پہ ظاہر کرنے سے عاری ہین - علی العموم حرکات جسمانی سے اپنے خیالات دوسرون تک پہنچاتے ہین - مہذب اصحاب بھی ان اعضاء سے کچھ کم کام نہین لیتے - کسی کو بلانے - باہر بھیجنے - خاموش رہنے - بیٹھنے اُٹھنے - دوڑنے - کے لئے جو اشارے کئے جاتے ہین - وہ تو عام طور پہ معلوم ہین - اِن حرکات سے اِس قدر غصہ ظاہر کیا جا سکتا ہے - یا نرمی و محبت کا اظہار ہو سکتا ہے - جن کو بخوبی ظاہر کرنے کے لئے شاید بہت سے جملے بھی ناکافی ہون - لیکچرار اور واعظین کے برموقع حرکات جسمانی اکثر اوقات دوسرے مقررین کے فصیح و بلیغ جملون سے بڑھکر معنی خیز اور موثر ثابت ہوا کرتے ہین - رقص و سرود کی محفلون مین لوگون کا بڑے شوق سے حصہ لینا بھی اسی اصول سے وابستہ ہے - تصاویر بھی اپنی زبان حال رکھتے ہین - تختۂ سیاہ کے خاکون سے لیکر فن مصوری کی اعلیٰ تصاویر تک سبھی تعلیم مین نہایت موثر ثابت ہوتے ہین - اور اِن سب کی تائید سے بچے اُستاد کے خیالات کو بہت جلد آسانی سے ذہن نشین کر لے سکتے ہین -

۱۶ نیچر بھی اپنی خاص زبان رکھتی ہے - اور اسی زبان کے ذریعہ اب تک سائینس کے اہم و مفید قوانین - اصول اور راز معلوم ہوتے آئے ہین - نیچر کی زبان سے دنیا کے سیکڑون لاینحل عقدے اور گتھیان سلجھ چکی ہین ؏ دل اگر دانا بود در سخن اسرار ہست ؛ چشم اگر بینا بود یوسف بہر بازار ہست ؛ ننھے بچے جب کسی پکے پھل کو درخت پر دیکھتے ہین تو نیچر اُن کے کان مین کہدیتی ہے کہ مجھے توڑکر کھالو

جب اُن کو کوئی پھول نظر آتا ہے تو نیچر اِن کو دعوت دیتی ہے کہ اس پھول کو توڑ کر سونگھو۔ اپنے سر پہ لگا لو۔ کانٹے دار درخت بچوں کو چوکنا کر دیا کرتے ہیں کہ خبردار ہمارے نزدیک نہ آنا پاؤں میں کانٹے چبھ جائیں گے۔ نہایت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نیچر کی زبان کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کی صلاح و مشورہ دن سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ؎

برگِ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

میر نیرنگ نے خار پر ایک نظم لکھی ہے۔ جس کا کچھ اقتباس درج ذیل ہے۔ ملاحظہ ہو کہ ذرا سا کانٹا اپنی نیچرل زبان میں حضرت انسان کو۔ کیا کیا نصیحتیں کر رہا ہے۔ ؎

تو سمجھتا ہے کہ اس باغ میں بیکار ہوں میں
محض بیکار ہی کیا موجب آزار ہوں میں

تو نے دیکھا ہے مجھے دیدۂ عبرت سے کبھی
قدر پوچھی ہے مری اہل بصیرت سے کبھی

مجھکو ہے نیند سے رہرو کو جگانا مقصود
قدر ہے خاک نشینوں کی دکھانا مقصود

سلک ہستی میں کوئی شئی کہیں بے سو بھی ہے
جلوۂ حسن کسی چیز میں محدود بھی ہے

نور خورشید کا ہر ذرے میں ہے راز چھپا
موجِ دریا کا ہے ہر قطرے میں انداز چھپا

ایک قانون کے تابع ہیں شجر ہو کہ حجر
ایک سانچے میں ڈھلے ہیں کرۂ خاک و قمر

کس جگہ حسن کے آئین کا اظہار نہیں
گل ہی گل باغ جہاں میں ہے کہیں خار نہیں

آہ کیا چشم مشاہد کی ہے کوتہ نظری
جس سے مستور رہے حسن کی ہے جلوہ گری

دیکھیئے حسن تناسب کا نمونہ ہوں میں
کیا دلاویز ہوں کیا شوخ نکیلا ہوں میں

معلم اور متعلم کے درمیان خیالات کو ایک دوسرے تک پہنچانے کا ذریعہ عموماً مصنوعی زبان ہی ہوا کرتی ہے۔ لیکن ہر ہوشیار معلم کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے زبان کے دیگر اقسام سے بھی تائید لیا کرے۔ تاکہ طلباء کے دماغ پر تعلیم کا گہرا اثر پڑے۔ زبان تو بجائے خود اظہار مطالب کا وسیلہ ہے۔ لیکن یہ بات تجربہ کار اساتذہ پر بخوبی روشن ہے کہ زبان اظہار خیالات کا مکمل ذریعہ نہیں۔ اس لئے اُنہیں توضیح و تشریح کرنے کے لئے متعدد دیگر ذرائع سے تائید لینی پڑتی ہے۔

١٨ زبان کی بحث سے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ استاد اپنی جماعت کے روبرو ایک بڑا مقرر یا لیکچرار ہی بن بیٹھے۔ لیکچر بجائے خود نہایت مفید اور سبق آموز ہوتا ہے۔ لیکن ننھے بچوں کے مدارس میں اس کی چنداں ضرورت نہیں۔ کسی اور باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ زیادہ باتونی اُستاد اچھا اُستاد نہیں ہو سکتا۔ مگر اُستاد کا زبان پر اچھی طرح قادر ہونا نہایت ضروری ہے۔ کم سخن لوگ حسب موقع بخوبی گفتگو کیا کرتے ہیں۔ اور ضرورت بھی اسی کی ہے۔ اور جو لوگ زبان کے وسیلے سے تعلیم دینا چاہتے ہوں اُنہیں چاہیئے کہ پہلے اپنی زبان کو نہایت ٹھیک۔ درست۔ صحیح۔ اور موزوں بنا لیں۔

اساتذہ کے لئے قواعد

زبان کے قانون کی مندرجۂ بالا بحث سے اساتذہ کے لئے حسب ذیل قواعد برآمد ہوتے ہیں:—

(١) ہمیشہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ طلباء کی زبان کو جاننے کی

کوشش کرو۔ خیال رکھو کہ وہ کون سے الفاظ کن معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

(۲) کسی مضمون کے متعلق اُن کی معلومات کو جہاں تک ہو سکے اُن کی گفتگو سے ہی حاصل کرو۔ اس سے تمہیں اُن کے خیالات اور اُن خیالات کو ظاہر کرنے کے الفاظ کا علم ہو جائے گا۔ اور تمہیں اُن کی غلط فہمیوں کو درست کرنے کا موقع ملے گا۔

(۳) جہاں تک ہو سکے اپنے خیالات بچوں کی سیدھی سادی زبان میں ظاہر کیا کرو۔ اور اگر وہ تمہارے کسی لفظ کے غلط معنے لیں تو ہوشیاری کے ساتھ اُن کے صحیح معنے سمجھا دو۔

(۴) نہایت سادے۔ سلیس اور حتی الامکان کم الفاظ استعمال کرو۔ غیر ضروری الفاظ سے متعلم کو غیر ضروری محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ متعلم کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھے۔

(۵) چھوٹے چھوٹے اور سادے جملے استعمال کرو۔ نہایت طویل جملے بچوں کے لئے بالکل غیر موزوں ہیں۔ جن سے وہ اکثر پریشان ہو جاتے ہیں۔

(۶) اگر یہ معلوم ہو جائے کہ متعلم نے تمہارے خیالات کو بخوبی نہ سمجھا ہو تو اپنے خیالات کو آسان تر زبان میں دُہراؤ۔ اگر ممکن ہو تو اور بھی سادگی کے ساتھ سمجھاؤ۔

(۷) الفاظ کے معنوں کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے توضیحات و تشریحات سے بچوں کی تائید کرو۔ قدرتی چیزیں۔ نقشہ جات۔ مناظر۔ مصنوعی اشیاء۔ اور تصاویر۔ بچوں کی جماعتوں میں توضیحات

کے لئے نہایت موزون ہوتے ہین ۔ جہان تک ہوسکے ایسے تشریحات سے کام لو جو بچون کے تجربے یا مشاہدے سے تعلق رکھتے ہون ۔

(۸) جب کبھی کوئی نیا لفظ سکھلانا ہو تو لفظ کے کہنے سے پہلے اُس لفظ کے صحیح معنون اور اُس سے ظاہر ہونے والے خیالات وغیرہ کو اچھی طرح سمجھا دو ۔ اور بعد ازان اُس لفظ کو پیش کرو ۔ بچون کے تجربات سے تعلق رکھنے والے عام اور معمولی تشریحات کے ذریعہ نئے الفاظ بہترین طور پر اُن کے ذہن نشین کئے جاسکتے ہین ۔

(۹) بچون کے ذخیرۂ الفاظ کو زیادہ کرنے کی کوشش کرتے رہو ۔ اور ساتھ ہی الفاظ کے صحیح اور ٹھیک معنون کو بھی اُن کے ذہن نشین کر دیا کرو ۔ بچون کے ذخیرۂ الفاظ کو اس طور پر ترقی دینے سے اُن کی معلومات اور قوت گویائی مین زیادہ ترقی ہوگی ۔

(۱۰) چونکہ بچون کی زبان کو ترقی دینا ہی تعلیم کا ایک مقصد اعلیٰ ہے ۔ اس لئے صرف اسی پر قناعت نہ کرو کہ لڑکے تمہاری تقریر کو زیادہ دیر تک خاموشی کے ساتھ سُنتے رہین ۔ گو وہ زیادہ متوجہ ہی کیون نہ ہون ۔ اُنہین آزادی کے بات چیت کرنے کے لئے اُن کے حوصلے بڑھاتے رہو ۔ اور اُن کو اپنے خیالات ظاہر کرنے کے بخوبی مواقع دیا کرو ۔

(۱۱) ننھے بچون کو پڑھانے مین کبھی تعجیل نہ کرو ۔ جب تک کہ وہ ایک لفظ بخوبی نہ جان لین ۔ دوسرے الفاظ کی طرف نہ بڑھو ۔

(۱۲) ہمیشہ بچوں کے الفاظ پر نظر رکھو۔ اور جانچتے رہو کہ آیا وہ اُن الفاظ کو کہیں غلط معنوں میں تو استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ اس بات پر خیال رکھو کہ آیا وہ اُن الفاظ کے معنے ٹھیک اور درست طور پر سمجھتے اور اُن کو بر موقع صحت کے ساتھ استعمال بھی کرتے ہیں۔

اِن قواعد کی خلاف ورزیاں اور بعض غلطیاں

بہ نسبت دیگر قوانین کے اِس تیسرے قانون کی زیادہ تر خلاف ورزیاں ہوا کرتی ہیں۔

(۱) بچوں کی متوجہ نظروں سے اکثر اوقات اُستاد کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ اور وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ بچے اُس کی زبان اور تفہیم کو بخوبی سمجھ رہے ہیں۔ اور بعض اوقات اُستاد کو مزید طور پر یہ دھوکہ دیا جاتا ہے کہ باوجود کچھ بھی معلوم نہ کرنے کے طلباء اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہوئے بخوشی کہہ دیا کرتے ہیں کہ اُنہیں اُستاد کی سمجھائی ہوئی تمہاری باتیں اچھی طرح معلوم ہو گئیں۔ جب کہ اُن کو کچھ بھی معلوم نہ ہوا ہو۔

(۲) اکثر اوقات بچے اُستاد کے حرکات وسکنات سے زیادہ محظوظ ہو جاتے ہیں۔ اور اُستاد کے الفاظ پر توجہ کرتے ہوئے نظر تو آتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ اُستاد کی۔ آنکھوں۔ ہونٹوں۔ اور اُس کے حرکات پر متوجہ رہتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات صرف اُستاد کو خوش کرنے اور اُس سے تعریف حاصل

کرنے کی غرض سے اُستاد کی باتوں کو بخوبی سمجھ لینے کا دعویٰ کیا کرتے ہیں۔

(۳) زبان کا غلط استعمال تعلیم کی ایک عام غلطی بن گئی ہے۔ یا کام سے نفرت رکھنے والے بعض اساتذہ اپنی لاعلمی اور سستی کو طول کلامی اور بیہودہ گوئی کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بعض اساتذہ بچوں کو پڑھانے کے عوض اپنی اعلیٰ دانشمندی اور دنیاوی معلومات کا وعظ کرنے لگتے ہیں۔ بعض کھرے اساتذہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو سبق کو صاف اور قابل فہم بنانے میں سخت کوشش کرکے اس فیصلہ پہ آن پہنچتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا۔ خواہ بچے سمجھیں یا نہ سمجھیں اگر بچوں نے سبق کو نہ سمجھا ہو تو اُن کے خیال میں یہ صرف بچوں کی خطا ہوگی کہ اُنہوں نے سبق سے عمداً بے توجہی کی۔ یا یہ کہ جماعت کے سارے بچے ہی ناسمجھ اور بے وقوف ہیں۔ اِن حضرات کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ وہ اپنی زبان میں ایسے الفاظ بھی استعمال کر جاتے ہیں جن کے صحیح معنے طلباء نہ جانتے ہوں۔ یا جن کے معنے طلباء غلط طور پہ لیا کرتے ہوں۔

(۴) ساری فہمائش کو درہم برہم کر دینے یا بیکار بنا دینے کے لئے صرف ایک غیر مانوس یا غلط معنوں میں سمجھا ہوا لفظ کافی ہے۔ لیکن اُستاد کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ سلسلۂ خیالات کس وجہ سے ٹوٹ گیا۔ کیونکہ بچے اُستاد کے خوف سے یا اپنی لاعلمی کو ظاہر کرنے کی شرمندگی سے نامعلوم الفاظ یا جملوں کے

معنے اُستاد کو واضح طور پر سمجھانے کی درخواست نہیں کرتے۔ اُستاد صاحب اِن بیچاروں کو بے وقوفی اور بے توجہی کے مجرم قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اِن بیچاروں کی ساری کوشش اور توجہ غیر مانوس زبان کو سمجھنے میں بیکار و لاحاصل ٹھہرتی ہے۔

(۵) باوجود سلیس و سادہ زبان استعمال کرنے کے۔ بعض اساتذہ تعلیم دینے کے اِس ہتھیار سے اعلیٰ طور پر کام لینے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ یہ لوگ اپنی تفہیم کے معاوضہ میں بچوں سے کوئی صاف اور بامعنیٰ خیالات نہیں حاصل کرتے۔ جس کی وجہ سے اُن کو اپنی کامیابی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نہ بچے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اور نہ اُن کے الفاظ کا ذخیرہ ہی بڑھتا ہے۔

(۶) بہت سے اساتذہ زبان کی سلاست۔ دلکشی۔ شیرینی۔ اور عجیب و غریب پوشیدہ طاقتوں سے محظوظ ہونا نہیں جانتے۔ اور وہ یہ بھی نہیں خیال کرتے کہ موجودہ مہذب و متمدن سوسائٹی بغیر اعلیٰ زبان کے قایم نہیں رہ سکتی۔ اکثر اساتذہ کے الفاظ کا ذخیرہ بالکل محدود ہوتا ہے۔ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ لوگوں میں عام علمی قابلیت و استعداد کو بڑھانے کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ اُن کے معمولی معلومات کی بے مائیگی تھی۔ انگلستان کی پارلیمنٹ نے ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی تھی کہ وہ کوئلہ کی کانوں میں کام کرنے والوں اور دیگر مزدوری پیشہ لوگوں کی زبان کے متعلق تحقیقات کر کے اطلاع دے کہ رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ ان لوگوں کو مفید معلومات سے بہرہ ور کرنے کی کہاں تک

گنجایش ہے۔ کیٹی کو ہزار ہا لوگون کا امتحان لینے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ان کی حقیر و بے مایہ زبان مین کوئی مفید معلومات کو ظاہر کرنے کی کچھ بھی قابلیت نہ تھی۔

پس کوئی مقام تعجب نہین کہ اس قسم کے نقایص ناتجربہ کار بچون کی زبان مین بہ نسبت عمر رسیدہ لوگون کے بدرجہا زیادہ موجود ہون۔ اگر ہم بچون کو کامیابی کے ساتھ پڑھانا چاہین تو یہ ہمارا فرض منصبی ہوگا کہ اپنے اور اُن کے درمیان تبادلۂ خیالات کے اس چشمہ کو زیادہ کشادہ اور عمیق بنادین۔

(۷) مدرسہ مین اکثر ایسے اسباق بھی پڑھائے جاتے ہین جو بچون کی روزمرہ زندگی اور زبان سے علیحدہ رہتے ہین۔ ہر ایک علم کے لئے ایک خاص قسم کی زبان ہوا کرتی ہے۔ اقلیدس اور حساب کی زبان الگ ہے۔ تاریخ اور جغرافیہ کی الگ۔ حکمت و فلسفہ کی زبان الگ ہے۔ سائنس کی الگ۔ موسیقی کی زبان الگ ہے۔ اور زراعت کی زبان الگ۔

متعلم کو جس کسی علم مین ترقی کرنا منظور ہو اس علم کی زبان سے بھی بخوبی واقفیت پیدا کر لینا ضروری ہے۔

باب پنجم

سبق کا قانون

۱ قانونِ چہارم ہمیں تعلیم کی اصل بنیاد یا مغز تعلیم کی طرف لیجاتا ہے۔ پچھلے تین قوانین معلم۔ متعلم۔ اور زبان کے متعلق تھے۔ جن کے ذریعہ اُن دونوں میں تبادلۂ خیالات ہو سکے۔ اب ہم سبق کے ایک اور مسئلہ کی طرف آن پہنچتے ہیں جس کا حل کرنا ضروری ہے۔ یہاں اُستاد کو نوعِ انسان کے مصدقہ تجربات کو متعلم تک پہنچانا پڑتا ہے اِن صاف و شفاف تجارب کو طلباء تک پہنچانے کا طریقہ ایسا ہو کہ جس سے طلباء جوش و خروش کے ساتھ اُن اصولوں کو معلوم کر لیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے اُن کی زندگی کامیاب بن سکتی ہے۔ اور اُن کو آئندہ علمی اور عملی دنیا میں مطالعہ اور تحقیقات کرنے کا شوق دامنگیر رہتا ہے اُستاد کا اصلی اور لازمی کام صرف اسی میں مضمر ہے۔

۲ اب ہمیں سبق کے قانون کو دریافت کرنا چاہیئے۔ اگر ہم اس بحث سے بہت دُور جائیں اور دریافت کریں کہ ننھے بچوں میں پہلے پہلے بنیادی خیالات کن مدارج کو طے کرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ تو ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ ننھے بچوں کی طرح طلباء بھی بہت

سی نئی باتیں اپنی سابقہ واقفیت کی مدد سے معلوم کر لیتے ہیں۔ نئی یا غیر معلومہ باتیں صرف اُن باتوں کے ذریعہ معلوم کرائی جا سکتی ہیں جن سے بچے مانوس ہوں۔ یا جن کو وہ بخوبی جانتے ہوں۔ پس سبق کا قانون یوں ہوگا :—

نئے حقایق کو معلومہ حقائق کے ذریعہ سمجھانا چاہیئے۔

(یعنے پُرانی واقفیت کو نئی واقفیت کی بنیاد بناؤ)

۳ یہ قانون بہ نسبت پچھلے قوانین کے صاف و سادہ نظر نہیں آتا۔ لیکن اُن قوانین سے کچھ کم اہمیت بھی نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کے مطالب زیادہ گہرے اور رشتے زیادہ وسیع ہونے کے علاوہ زیادہ تر اہم بھی ہیں۔

اس قانون کا فلسفہ

۴ اِس قانون کے اسباب ہم کو نفس کی سرشت اور انسانی معلومات کی نوعیت میں ملیں گے۔

۵ سب قسم کی تعلیم ایک خاص مقام سے شروع کی جائے۔ اگر مضمون بالکل نیا ہو تو کسی ایسے معلومہ مضمون کو تلاش کر کے سبق شروع کیا جائے جو نئے سبق سے مطابقت رکھتا ہو۔ باکمال مُقرّرین۔ عمر رسیدہ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے بھی نئی باتوں کو پُرانی باتوں کی تائید سے موثر بناتے ہیں۔ داستان گو اس امر کا بے حد لحاظ رکھتے۔ کہانی شروع کرنے کے لئے انہیں جب تک کوئی عمدہ موقع نہ ملے کہانی کا آغاز نہیں کرتے۔ پُرانی باتوں کی تائید کے بغیر نئی باتوں کو معلوم

کرانے کی کوشش کرنا گویا کسی شخص کو ایک تنگ و تاریک مدّو رہ راستہ پر سے کسی نامعلوم مقام تک جانے کا حکم دینا ہے۔ جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ خود کہاں ہے۔ اور راستہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ جب کہ عمر رسیدہ لوگوں کو بھی اس قسم کی تائید کی ضرورت پڑتی ہو تو مقام غور ہے کہ بچوں کو اس تائید کی کہاں تک سخت ضرورت ہو گی۔ سبق ختم ہونے کے بعد اکثر اوقات بچے مدرسہ میں کہا کرتے ہیں کہ اُستاد صاحب کا دیا ہوا سبق مجھے تو کچھ بھی معلوم نہ ہوا ایسی حالتوں میں سارا الزام اُستاد پر ہی عائد ہوتا ہے۔

۶ سب قسم کی تعلیم ایک خاص منزل کی طرف بڑھتی رہے۔ تعلیم کا ٹھیک رُخ اپنی دورانِ رفتار میں نئے تجربات و معلومات کے حاصل کرنے کی طرف ہو۔ بچوں کو بار بار صرف وہی باتوں کا سکھلانا جن کو وہ بخوبی سیکھ اور سمجھ چکے ہوں۔ گویا اُن میں نئے معلومات کے حاصل کرنے کی خواہش کو روک دینا ہے۔ یا بالفاظ دیگر بچوں کو نئے نئے مناظر دکھلا کر اُن میں جوش و خروش پیدا کرنے یا دنیائے علم کے نئے ممالک فتح کرنے۔ علم کے سمندر سے نئے اور قیمتی موتی لانے پر آمادہ کرنے کے عوض اُنہیں کسی دائرہ میں کولہو کے بیل کی طرح چکر لگانے کے لئے چھوڑ دینا ہے۔

بچوں کو کامل طور پر ماہر بنا دینے کے خیال سے بالکل معمولی اور مانوس مضامین کو حد سے زیادہ عرصہ تک پڑھاتے رہنا بھی سخت غلطی ہے۔ اگر پرانے معادن کے زیادہ عمیق تھول میں معدنیات کے برآمد ہونے کی کوئی امید ہو تو اُن کو کھودنا مفید ہے۔ یوں ہی اگر

پرانے اسباق سے کوئی نئے فوائد حاصل ہونے والے ہوں تو اُن کو دُہرا سکتے ہیں۔ اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ہم کہیں قانون نظرثانی یا اعادہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ جس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔

۷ تعلیم مقررہ اُصول پر زینہ بہ زینہ بڑھتی جائے۔ یہ زینے ایسے ہوں جو ایک بات یا خیال کو دوسرے کے ساتھ اسی طرح حل کردیا کریں۔ جیسے کہ ہم مادیات کی طرف سے رفتہ رفتہ مجردات کی طرف بڑھتے ہیں۔ یا منطق کے مقدمات صغریٰ وکبریٰ پر نظر کرتے ہوئے ہم نتیجوں پر پہنچتے ہیں۔ یا بعض مظاہر قدرت کو بخوبی جان لینے سے ہم قوانین قدرت سے آگاہ ہوجاتے ہیں۔ ہر ایک نیا خیال جس پر بخوبی دستگاہ حاصل کرلی جائے۔ بچے کی معلومات کا ایک جز بن جاتا ہے۔ جو نوع انسان کی معلومات کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ جس کے مرکز سے وہ ہمنئے اور نازہ معلومات کی طرف قدم بڑھا سکتا ہے۔ نئی نئی معلومات۔ پچھلی معلومات کو زیادہ روشن اور واضح کرتی اور نئی باتوں کی دریافت اور تحقیقات پر مزید تجلیاں ڈالتی ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دوسرے زینہ پر قدم بڑھانے سے پیشتر پہلے زینہ پر اپنا قدم اچھی طرح مستقل طور پر جما لیا جائے۔ ورنہ بچے یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ وہ کسی نامعلوم ملک کی طرف بغیر خاطر خواہ تیاری کے سفر کرنے لگے ہیں۔ صرف اسی مقام پر کسی مضمون میں اعلیٰ دستگاہ حاصل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ سبق کا ہر ایک حصہ اور سبق سے تعلق رکھنے والی ہر ایک چھوٹی سی بات پر متعلم کو اُس کی سمجھ کے مطابق بخوبی

دسترس ہو جانی لازمی ہے۔ کامل دستگاہ اصلی اور سچی تعلیم کے لئے ضروری شرط ہے۔ غلط یا غیر مکمل طور پر مطلع ہونا اکثر اوقات ساری کوشش اور جان فشانی پر پانی پھیر دیا کرتا ہے۔ وہ لڑکا جو ایک سبق پر بخوبی قادر ہو چکا ہو وہ دوسرے سبق کے نصف حصے سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ جماعت جس کی تعلیم باقاعدہ ہو رہی ہو ہمیشہ دوسرے زینہ پر قدم رکھنے کے لئے مشتاق اور سرگرم رہتی ہے۔ پسٹالوزی جیسے اعلیٰ ماہر تعلیم کا مقولہ یاد رکھنا چاہئے کہ دریافت شدہ مضامین میں نئے مضامین کا جمع کرنا آسان ہے۔

۸ لیکن اس قانون کا فلسفہ کسی قدر اور گہرا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ علم کوئی مفرد یا غیر محکوم یا آزاد مضامین کا انبار نہیں۔ وہ نوع انسان کے تمام چھوٹے بڑے تجربات کا ایک مجموعہ ہے۔ جس میں مختلف معلومات ایک خاص ترتیب اور رشتے میں منسلک ہیں۔ واقعات ایک دوسرے سے کوئی نہ کوئی باہمی مناسبت رکھتے ہوئے ایک خاص نظام میں ملے جلے ہوتے ہیں۔ ہر ایک واقعہ دوسرے واقعہ کی طرف لے جاتا اور اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ قدیم واقعات جدید انکشافات کا موجب بنتے ہیں۔ اور نئے انکشافات قدیم واقعات و معلومات کی تصدیق و تصحیح کر دیا کرتے ہیں۔

۹ اِن تمام باتوں کا ننھے بچوں کی محدود معلومات اور تجربوں سے بھی ویسا ہی واسطہ ہے جیسا کہ عمر رسیدہ لوگوں کے وسیع معلومات اور تجربات سے نئے معلومات۔ پرانے معلومات اور واقعات کے ذریعہ

سمجھائے جائیں۔ تاکہ وہ بخوبی ذہن نشین ہونے کے بعد دیگر معلومات کے حاصل کرنے کی بنیاد بن کر متعلم کی معلومات اور تجربوں کے دائرہ کو وسیع کر سکیں۔ پس علم بذاتِ خود اس امر کا مقتضی ہے کہ نئی معلومات سابقہ معلومات کے وسیلہ اور تائید سے حاصل کی جائیں۔

۱۰ معلوم کرنے یا جاننے سے مراد تمیز کرنا یا تحقیق کرنا ہے۔ یعنے یہ تحقیق کرنا ہے کہ کسی نئی چیز کو پرانی چیزوں سے کیا علاقہ یا درجہ امتیاز حاصل ہے۔ تاکہ نئی چیز اپنے صحیح معنوں میں ظاہر ہو۔

اگر کوئی دوست ہمیں اپنے سفر یا بہادری کے کارنامے سنائے تو۔ ہم فوراً اس قصہ کو اُن کسی اور ویسے ہی قصے سے مشابہت دیں گے جس کو ہم سن چکے ہوں۔ یا جس کا ہم کو تجربہ ہو چکا ہو۔ وہ شخص اگر دورانِ گفتگو میں کوئی ایسے واقعات بیان کرے۔ جن کی ہم کو سابقہ واقفیت نہ ہو۔ یا ہم جن کو بخوبی نہ سمجھ سکتے ہوں تو ہم اپنے دوست سے عام اور چند مانوس مثالوں کے ذریعہ اس بات کی توضیح و تشریح کرنے کی درخواست کریں گے۔ تاکہ نئی اور عجیب و غریب باتوں کو ہم اپنے خاص نقطۂ نظر سے دیکھ کر بخوبی سمجھ سکیں۔ اگر بچوں کو بالکل نئی اور غیر مانوس باتیں سنائی جائیں تو وہ سمجھنے کے لئے سعیٔ لاحاصل کرنے لگیں گے۔ اور اگر اُن کو نئی باتوں کے معلوم کرنے کا صحیح شوق ہو تو وہ چند اور ایسے سوالات یا معلومات دریافت کرنے لگیں گے۔ جن کا کچھ واسطہ دیگر غیر مانوس باتوں سے ہو تاکہ وہ اِن نئے معلومات کو اپنے سابقہ معلومات کے ساتھ منسلک کر سکیں۔ زبان کے صنائع بدایع تشبیہ۔ استعارہ۔ ایہام۔ ضرب الامثال۔ فرہنگ۔ لغات۔ وغیرہ

صرف غیر مانوس چیزوں کو مانوس چیزوں سے - یا غیر مانوس معلومات یا تجربات کو مانوس تجربات سے متحد و متصل کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں - یہ سب صرف نئی معلومات کو سابقہ معلومات کے ساتھ وصل کرنے یا معلوم کی روشنی سے نامعلوم کو منور کرنے کی کوششیں ہیں -

۱۱ تفہیم اور سمجھائش کے معنے ہی یہی ہیں کہ معلوم باتوں سے اچھی طرح تائید لے کر نامعلوم باتیں بتلادی جائیں - پس یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے نامعلوم کے ذریعہ نامعلوم کی تفہیم سراسر ناممکن ہے - بچوں کی سابقہ معلومات ایسی ہوں جو نئے امور اور قوانین پر کافی روشنی ڈال سکیں - ورنہ ساری نئی باتیں بچوں کے لئے ایک معمہ بنی ہوئی رہینگی - اکثر اوقات ہمیں ننھے بچوں کے سوالات کے جوابات دینے میں سخت مشکل پیش آیا کرتی ہے - اس وجہ سے نہیں کہ اُن کے سوالات ادق یا زیادہ غور طلب ہوا کرتے ہیں - بلکہ اس باعث سے کہ بچوں کی سابقہ معلومات کا ذخیرہ جس کے ذریعہ تفہیم یا جواب دیا جا سکے بالکل ناکافی ہوتا ہے - اگر کوئی لڑکا ستاروں کے متعلق سوال کرے تو - اس کے سوال کا تشفی بخش جواب دینے کے لئے اُس کو پہلے علم ہیئت پڑھانا چاہئے - جس لڑکے نے کسی بڑے شہر کو دیکھا ہو وہ لنڈن یا نیویارک جیسے شہروں کی عالیشان عمارتیں - ٹرام - ریلوے - کارخانے - اخبارات - جہازی کمپنیاں - کلبس - تجارت - اور صنعت و حرفت کا حال سُن کر سمجھ لے سکتا ہے - لیکن وہ لڑکا جس کی عمر ہنوز کسی قریہ میں بسر ہوئی ہو - ہرگز ان باتوں کو باور نہ کرے گا - یا یہ باتیں اس کے لئے بالکل اچنبھا اور ناممکن نظر آئینگی - یا تو وہ ان باتوں کو کچھ بھی نہ سمجھ سکیگا -

۱۲ تفہیم کے لئے ہم جو زبان استعمال کرتے ہیں۔ اس سے یہ امر
بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ ہم نا معلوم واقعات تک بالکل سادہ اور مانوس
زبان کے ذریعہ سابقہ معلومات کی تائید سے جا پہنچتے ہیں۔ کیونکہ الفاظ
معلومات کے نشان یا علامات ہیں۔ شمالی ہند سے اگر کوئی لیکچرار دکن
کسی قریہ کو جا کر فصیح یا محاورہ اردو میں تقریر کرے۔ اور سامعین پر
نی تقریر کا اچھی طرح اثر ڈالنے کے خیال سے بلند اور صاف آواز میں
صحیح تلفظ کے ساتھ بہ دیر لیکچر دیتا رہے تو اس کی کامیابی کا اندازہ صرف
سامعین کی اُس تعداد سے کیا جائے گا۔ جنہوں نے اس کی تقریر کو بخوبی
سمجھا ہو۔ لیکن سامعین کی ایک بڑی جماعت جن کی زبان میں کیا بلحاظ
تلفظ۔ لب ولہجہ۔ محاورہ۔ شمالی ہندوستان کی اردو کے زمین و آسمان کا
فرق ہے۔ اس تقریر کو صاف طور پر سمجھ نہ سکیں گے۔ باوجود ہمہ تن
گوش ہو کر سننے کے بھی ایسی تقریر اُن کے لئے بے معنیٰ ہی رہے گی۔

یوں ہی یہ بھی ایک سخت غلطی ہو گی اگر اُستاد بچوں کو نئے معلومات
سے آگاہ کرنے کے لئے اپنے خیال سے نہایت سلیس و سادہ الفاظ میں
تقریر کرے۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے کہ آیا اس کے مفروضہ
سادہ الفاظ اور خیالات سے بچوں کو کچھ سابقہ واقفیت بھی ہے یا نہیں
ورنہ اس کی تفہیم سے کوئی صحیح معنیٰ اخذ نہ کر سکیں گے۔

نئے واقعات یا قوانین کا تذکرہ کرتے ہوئے لوگ بطور تمثیل
واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو اُن کی زندگی میں پیش آئے ہوں۔ ہر
شخص کسی مضمون کی تشریح یا توضیح کے لئے ایسی مثالیں انتخاب
کرتا ہے۔ جو اُس کی زندگی یا معیشت سے تعلق رکھتی ہوں۔ مثلاً

لشکری اپنے لشکر یا خندقوں سے۔ جہازران اپنے جہازوں یا سمندر سے۔ تاجر بازار کی حالتوں سے۔ صنّاع اور انجنیر اپنے اپنے پیشوں سے۔ مثالیں پیش کریں گے۔ یوں ہی تعلیم میں بھی لڑکے ایسی مثالوں سے زیادہ مسرور اور متاثر ہو جاتے ہیں۔ جو اُن کے روزانہ تجارب سے تعلق رکھتے ہوں۔ مثلاً کسی مجرم یا ناامید بیمار کے لئے ہیرا سمّ قاتل ہے۔ کیمیاگر اس کو کاربن سمجھتا ہے۔ دولت مندوں کے پاس زیب و زینت کا ایک ذریعہ ہے۔ اور جوہریوں کے لئے وسیلۂ معاش۔ غرض چیز تو ہے ایک ہی۔ لیکن ہر ایک شخص اُس کو اپنی اپنی دلچسپی کے خاص نقطۂ نظر سے دیکھیگا۔ عالم علم نباتات کسی نئے پودے کو دیکھ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ معلومہ پودوں کی کس جماعت میں اس پودے کو شمار کیا جائے۔ کاشتکار اس پودے کو دیکھ کر اس کے استعمال پر غور کرے گا۔ اور مُصوّر اُس پودے کی خوشنمائی پر نظر کرے گا۔ اس طور پر چیزوں کے مختلف فوائد کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا گویا کوتاہ نظری محمول کی جائے۔ لیکن عقلی نشو و نما کے لئے یہی بہترین طاقت مانی گئی ہے۔

۱۴ جس واقعہ یا اُصول کو ہم نے بخوبی نہ سمجھا ہو۔ یا جس کے متعلق ہمارے معلومات غیر مکمل ہوں۔ ہم اُس کا تذکرہ کبھی خوشی اور آمادگی سے نہیں کرتے۔ بلکہ بحالت مجبوری اس کا کچھ ذکر کریں گے۔ اور جب بھی ہم سے متعدد غلطیاں سرزد ہو جایا کریں گی اگر ایسی توضیحات کے ذریعہ نئی باتیں سمجھانے کی کوشش کی جائے تو اُن کو بچے کیا خاک سمجھیں گے۔ جو اپر سیاہ کل کے سبق پر چھایا ہوا ہو

آج کے سبق پر اپنا سایہ ضرور ڈالتا ہے۔ بخلاف اس کے جو سبق بخوبی ذہن نشین کر لیا گیا ہو وہ دوسرے سبق کو بھی روشن اور منور بنا دے گا۔ اسی وجہ سے بعض لایق اساتذہ کسی مضمون کے ابتدائی اسباق سے بچون کو اس قدر مانوس کر دیا کرتے ہین جیسے کہ وہ اپنے خانگی معلومات سے مطلع رہا کرتے ہین۔ جس طرح ایک فاتح کسی سرزمین کو فتح کرنے کے بعد کافی فوجی طاقت اور ہمت کے ساتھہ دوسرے ملک پر چڑھائی کرتا ہے۔ یون ہی بچون کو ایک سبق پر کامل دستگاہ ہو جانے کے بعد دوسرے سبق کی طرف لیجانا چاہیئے۔

۱۵ لیکن یہ امر ہوشیاری کے ساتھہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ سبق پر کامل دستگاہ حاصل کرنے کی ایک حد بھی ہے۔ کوئی انسانی علم اور طاقت مکمل نہین۔ اور بچون کی استعداد بہ نسبت نوجوانون کے اتنی زیادہ نہین ہوتی کہ وہ اپنے معلومات مین کامل بن جا سکین۔ مدرسے مین بہت سے اختلافات بھی سبق کی فہمایش مین مانع و مزاحم ہوا کرتے ہین۔ جو باتین بعض لڑکون کو بالکل صاف اور سادہ معلوم ہوتی ہون۔ ممکن ہے کہ وہی دوسرون کے لئے مشکل کے پہاڑ بن کر کھڑی ہو جائین۔ اور انہین کچھہ بھی معلوم نہ ہون۔ اگر اُستاد بچون کو سبق کے متعلق گفتگو کرنے کا موقع دے۔ جیسا کہ زبان کی بحث مین کہا گیا ہے تو بہت سے ایسے اختلافات ظاہر ہو جائین گے۔ جن پر مدرس نظر کر کے اپنے انداز تفہیم کو بدل سکتا اور اُن اختلافات کو دور کرنے کی تدابیر دریافت کر سکتا ہے۔

۱۷ یہ بحث نامکمل رہے گی اگر ہم اس امر پر بھی روشنی نہ ڈالین کہ غور و فکر کس طرح کیا جاتا ہے۔ یہ نہایت غلط اور بوسیدہ خیال ہے کہ

مدرسے میں پڑھنے والے ننھے بچے غور و فکر نہیں کرتے ۔ یا اُن میں غور و فکر کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی ۔ اکثر اوقات اساتذہ اس فیصلہ پر آن پہنچتے ہیں کہ بچے بذات خود آزادانہ طور پر غور و فکر نہیں کرتے بلکہ اُن کی نظر صرف اُسی راستہ پر دوڑتی ہے جس کو اساتذہ نے بتلا دیا ہو۔ یا بعض اوقات لڑکے صرف وہی کام اندھا دُھند کرنے جاتے ہیں جن کو اُستاد نے کیا ہو ۔ یا جن کے کرنے کے لئے اُستاد لڑکوں کو مجبور کرے ۔ یہ بات چنداں قابل اعتبار نہیں ہوتی ۔ اور اگر کبھی سچ بھی ہو جائے تو سارا الزام صرف اُستاد پر عائد ہو سکتا ہے نہ کہ متعلم پر ۔ دراصل غور و فکر کرنے کی قوت بچوں میں بنفسہ موجود ہے ۔ اور مانند دیگر طاقتوں کے یہ طاقت بھی بتدریج ترقی پاتی ہے ۔ غور و فکر کرنے کے لئے بچوں کو سادے اور سہل مسئلے پیش آتے ہیں ۔ اور نوجوانوں کو مشکل اور پیچیدہ مسئلوں پر غور و فکر کرکے حل کرنا پڑتا ہے ۔ بچوں اور بڑوں میں غور و فکر کی طاقت ایک ہی ہوتی ہے ۔ لیکن اس طاقت سے کام لینے کے مدارج الگ ہوا کرتے ہیں ۔

۱۸ کسی خاص مسئلہ کو غور و فکر سے حل کرنے کے لئے بچوں کو یہ تبلا دینا چاہیئے کہ غور و فکر کرنے کے لئے کن شرائط کی ضرورت ہے ۔ اور کس طرح غور کیا جاتا ہے ۔ غور و فکر کی تین منزلیں ہوتی ہیں :-

پہلی منزل وہ ہے جس میں وہم و گمان پایا جائے ۔ بعض باتیں معلوم ہوں اور اِن باتوں کی تائید سے نئی باتیں دریافت کی جائیں ۔ مثلاً کسی مرغوب کھلونے کا گم ہو جانا بچے کو پہلی منزل میں لے آتا ہے ۔ بچہ دیکھتا ہے کہ کھلونا گم ہو گیا ۔ اور تعجب کرتا ہے کہ اب کھلونا تو چلا گیا اب کیا

کرنا چاہئے۔ یا سوچتا ہے کہ دوسرا کھلونا کس طرح مل سکیگا۔

دوسری منزل مین انسان اُن ذرایع سے باقاعدہ تابُعد لے کر اپنے مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جن پر اُسکو اچھی طرح دسترس وقابو حاصل ہے۔ ننھے بچون کو دق کرنے کے لئے۔ اُن کا کوئی کھلونا اُن کے پاس سے اگر ہٹا لیا جائے۔ جب وہ کھلونے کو نہ پائینگے تو اُن کو تعجب ہوگا کہ کھلونا کہان گیا۔ بلکہ اُن کو گمان ہوگا کہ آس پاس والون مین سے کسی نے لے لیا ہوگا یہ پہلی منزل ہے۔

دوسری منزل مین بچہ کھلونا حاصل کرنے کے ذرائع پر غور کرتا اور رونے لگتا ہے۔ اور کھلونے کے ملنے تک برابر روتا رہتا ہے۔

تیسری منزل مین اگر گم شدہ کھلونے کے عوض کوئی اور چیز دیدی جائے تو بچہ اُس کو نہ لیگا۔ بلکہ اپنے خاص کھلونے کے حاصل کرنے پر اصرار کرتا رہے گا۔ اور اُس کو حاصل کرکے خوش ہوجائے گا۔

تیسری منزل مین یہ ایک نازک اور پیچیدہ مسئلہ پیش آجاتا ہے کہ غور و فکر کے نتیجہ سے روبرو آئے ہوئے کن امور پر عمل کیا جائے۔ اور کون سے امور مسترد کر دئے جائین۔ انسان ششش و پنج مین ہوجاتا ہے کہ کیا کرون اور کیا نہ کرون۔ ایسے پیچیدہ مسئلے بچون اور بڑون دونون کو روزمرہ زندگی مین بارہا پیش آیا کرتے ہین۔ مدرسے کے کام ایسے ہون جن مین غور و فکر کرنے کی ضرورت پڑے۔ اگر مدارس کی حاضری سے بچون کو واقعی فائدہ پہنچانا مقصود ہو تو۔ اساتذہ کو چاہئے کہ کبھی بچون کو دوسرون کی اندھا دھند تقلید کرنے یا کبھی کئے ہوئے کام کو دُہرانے کا موقع نہ دین۔ بلکہ ایسے ہوم ورک اسباق یا مشقین اُن کو دی

جائیں۔ جن پر وہ بذات خود آزادانہ طور پر غور و فکر کر سکیں اور اور اپنے دماغی قویٰ سے بخوبی کام لے سکیں۔ ورنہ سارے کام اغلاط اور عیوب سے بھرے ہوئے رہیں گے۔ اور بچوں کے دماغی قویٰ زنگ آلودہ و ناکارہ بنتے جائیں گے۔

۱۹ علم کیا ہے۔ علم طے شدہ امور کا ذخیرہ ہے۔ جو واقعات اور قوانین کی چھان بین کے بعد ایک باقاعدہ نظام میں ترتیب دیا گیا ہے۔ لیکن دراصل اُن سے ہم کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض پیچیدہ معاملات کس طرح سلجھائے گئے۔ اور ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ کس طرح ہم ہماری زندگی میں پیش آنے والی پیچیدگیوں کو بذات خود غور و فکر کر کے آسان بنا سکتے ہیں۔ دورانِ تعلیم میں ہم جوں جوں ایسے اہم اور مشکل امور کو بچوں کے روبرو غور و فکر کے لئے پیش کرتے جائیں گے ہماری تعلیم اُسی انداز سے زیادہ مفید اور اعلیٰ ہوگی۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بچوں کو اُس وقت تک کچھ بھی نہ کہنا چاہیئے جب تک کہ کسی بات کے معلوم کرنے کی اُنہیں خود ضرورت شدید محسوس نہ ہو۔ ہم اس عقیدہ کو کاملاً نہیں تسلیم کر سکتے۔ لیکن اُستاد کو چاہیئے کہ بچوں کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات و امور حل طلب پر ہمیشہ نگاہ رکھے اور دورانِ سبق میں ان واقعات اور مسائل سے تائید لیکر حتی الامکان اپنی تعلیم کو بامعنی سودمند اور عملی پہلوؤں سے لبریز بنانا جائے۔

ہدایات برائے مدرسین

قانون علم کی اس بحث و تمحیص سے غور و فکر کرنے والے

اساتذہ اپنی عمل پیرائی کے لئے بہت سے کارآمد وسودمند قواعد اخذ کرسکتے ہین۔ یہ قواعد ننھے بچون کے اساتذہ کے لئے بہترین راہ عمل ہین۔ اور جو اساتذہ ننھے بچون کو اچھی طرح تعلیم دینا چاہتے ہون اُن کے لئے خضرراہ ہین :-

(1) پہلے یہ معلوم کرلو کہ نئے سبق کے متعلق بچون کی سابقہ واقفیت کیا ہے۔ یہی سبق شروع کرنے کا مقام ہوگا۔ سابقہ واقفیت سے صرف درسی کتاب کی معلومات ہی منتصور نہین۔ بلکہ سبق سے تعلق رکھنے والے دیگر سارے معلومات جو مختلف ذرائع سے بچون کو حاصل ہوئی ہون۔

(2) جہان تک ہوسکے بچون کی معلومات اور تجربات سے زیادہ کام لیا کرو۔ یہان تک کہ وہ خود یہ محسوس کرلین کہ اُن کی سابقہ معلومات نئی معلومات کے حاصل کرنے مین کیسی مدد ومعاون ہین۔

(3) بچون کی سابقہ واقفیت کو صاف صاف اور صحیح جملون مین اداکرکے اُن کی معلومات کو تازہ کرنے کے لئے بچون کی حوصلہ افزائی کیا کرو۔

(4) ایسے واقعات یا خیالات سے سبق شروع کرو جو بچون کے نزدیک ہون۔ اور جو بچون کی سابقہ واقفیت سے صرف ایک ہی زینہ اوپر ہون۔ پس جغرافیہ پہلے گھر۔ مدرسہ۔ اپنے شہر سے شروع کیا جاسکتا ہے۔ اور تاریخ اُن خیالات۔ واقعات۔ یا یادگارون سے شروع کی جاسکتی ہے۔ جن کی یاد بچون کے دلون مین تازہ ہو۔

(۵) جہاں تک ہو سکے ہر ایک نئے سبق کو پچھلے سبق اور بچوں کی سابقہ واقفیت اور تجربات کے ساتھ وابستہ اور منسلک کر دیا کرو۔

(۶) سبق اس انداز سے پیش کرو کہ سبق کا ہر ایک زینہ دوسرے زینہ تک طلباء کو قدرتی طور پر آسانی سے پہنچانے میں مدد و معاون بن سکے۔

(۷) بچوں کی استعداد کے مطابق اپنے سبق کی زینہ بندی کرو۔ حد سے زیادہ طویل اور روکھے پھیکے اسباق سے نوعمروں کو پست ہمت نہ بنا دو۔ اور نیز وہ سہل اور آسان اسباق سے عمر رسیدہ بچوں کی توقعات کو سرد اور پژمردہ نہ کرو۔

(۸) سبق کے متعلق سارے تشریحات نہایت معمولی صاف اور سادہ ہوں۔

(۹) بچوں کو اس انداز سے سبق دو کہ وہ بھی حسب ضرورت اپنے روزمرہ کے تجربات و مشاہدات سے اپنے اسباق کی توضیح کر سکیں۔

(۱۰) کوشش کرو کہ ہر ایک نئے واقعے یا اصول سے طلباء بخوبی مانوس ہو جائیں۔ نئی معلومات کو اس عمدگی کے ساتھ اُن کے ذہن نشین کر دو کہ نقش کالحجر ہو جائیں۔ دیگر نئی معلومات کی تفہیم کے موقع پر سابقہ واقفیت سے بخوبی کام لو۔

(۱۱) جہاں تک ہو سکے بچوں کو اپنے معلومات اور تجربات سے حسب ضرورت عملی طور پر فائدہ اٹھانے کا موقع دیا کرو۔ تا کہ

وہ دیگر نئی نئی باتوں کو دریافت کرنے یا پیچیدہ مسئلوں کو خود بخود حاصل کرنے کے قابل بن جائیں ۔

(12) ہر ایک نئے زینے کی طرف قدم اٹھانے سے آگے یہ بھی دیکھہ لیا کرو کہ آیا پچھلے زینے پر آپ کے قدم اچھی طرح جمے بھی ہیں ۔ ایک ملک کو بخوبی تسخیر کرنے اور وہاں کے جملہ ضروری انتظامات ٹھیک طور پر کرنے کے بعد دوسرے ملک کی فتح کی تیاری کرو ۔ ورنہ تم کسی ایک ملک کے بھی فرمانروا نہیں بن سکوگے ۔

(13) جہاں تک ہوسکے بچوں کے روبرو ایسے مسئلے پیش کیا کرو جو اُن کی روزمرہ زندگی میں پیش آتے ہوں۔ تاکہ اُنہیں یہ سمجھنے کا موقع نہ ملے کہ یہ مصنوعی اور بیکار مسئلے نہیں بلکہ یہ واقعی ہیں ۔ اور اُن کے حل کرنے میں بچوں کا ذاتی فائدہ ہے ۔

(14) یاد رکھو کہ تمہارے طلباء غور وفکر کرنا سیکھہ رہے ہیں ۔ پس باقاعدہ غور وفکر کرنے کے لئے اُنہیں مدرسے کے اندر اور باہر پیش آنے والے پیچیدہ مسائل پر دانشمندی اور یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہونا سخت ضروری ہے ۔

غلطیاں اور خلاف ورزیاں

سبق کے قانون کے وسیع مطالب کو ٹھیک طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے زیادہ غلطیاں اور خلاف ورزیاں پیش آجایا کرتی ہیں

جن میں سے عام غلطیاں درج ذیل ہیں :-

(1) طلباء بارہا ایسے اسباق یا مضامین کے پڑھنے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ جن کے پڑھنے کی وہ بالکل استعداد نہیں رکھتے یا جن کی سابقہ واقفیت یا تجربات سے اس سبق کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

(2) اکثر اساتذہ اس امر کو معلوم کرنا ہی بھول جاتے ہیں کہ سبق شروع کرنے کے لئے بچے کن ساز و سامان سے آراستہ ہیں

(3) ایک عام غلطی یہ ہے کہ نیا سبق پرانے اسباق کے ساتھ اس طریقہ پر مربوط نہیں کیا جاتا کہ وہ نئے سبق کی باتوں کو پرانے اسباق کی بنیادوں پر سنبھالے۔ اکثر اسباق اس طور پر رٹا دئیے جاتے ہیں کہ گویا اُن کو کسی پچھلے سبق سے کچھ تعلق و واسطہ ہی نہ تھا۔

(4) اکثر اوقات سابقہ معلومات بجائے مستقبل میں کام آنے والے اوزار و ہتیارہ کے کسی گودام کی بیکار چیزیں تصور کی جاتی ہیں۔

(5) بارہا ابتدائی مضامین اور تعریفات کی کامل طور پر تفہیم نہیں کی جاتی۔

(6) عموماً سبق کے دوسرے زینے کو پڑھنے سے آگے پہلے زینے کی باتوں پر بخوبی دسترس اور قابو نہیں حاصل کیا جاتا۔

(7) بعض اساتذہ غلطی سے بچوں کو ایسے طویل اسباق یا مشقیں دیا کرتے ہیں جن کا پڑھنا یا لکھنا بچوں کی استعداد سے

باہر ہوتا ہے۔ یا جن کی انجام دہی کے لئے اُنہیں کافی وقت نہیں ملتا۔ جس کی وجہ سے بچے اُن اصول کو معلوم نہیں کر سکتے جو اُن کی علمی ترقی کے لئے ضرور ہیں۔

(۸) اکثر اساتذہ بچوں کو نامعلوم حقائق یا نیچر کے رازوں کو دریافت کرنے میں ممد و معاون نہیں بنتے۔ بلکہ اپنی سرد مہری سے اُن کی اولوالعزمی اور ہمت کو پست کر دیا کرتے ہیں۔

(۹) ایک عام غلطی یہ بھی ہے کہ کسی پڑھائے ہوئے مضمون کے ابواب کا تعلق آئندہ ابواب کے ساتھ نہیں بتلا دیا جاتا ہے۔

اس قانون کی خلاف ورزی اور دیگر بہت سی غلطیوں کی وجہ سے تعلیم نہایت ادنیٰ اور بالکل غیر مفید بن جاتی ہے۔ جن لوگوں کی معلومات بالکل ادھوری ہوتی ہیں وہ آئندہ چل کر بذات خود تحصیل علم میں کوشش کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔

باب ششم

قانون تعلیم

فن تعلیم پر نظر غائر ڈالتے ہوئے ہم مندرجۂ ذیل چار عنوانون پر بحث کر چکے ہین۔ معلم۔ متعلم۔ زبان۔ اور سبق۔ اب ہمین ان چارون کو عملی صورت مین دیکھنا اور معلم و متعلم کی روش پر نظر ڈالنا ہے۔ گزشتہ بحث و تمحیص مین ہم ان تمام باتون پر کسی قدر روشنی ڈال چکے ہین۔ لیکن چونکہ ہر ایک عنوان اپنا خاص قانون رکھتا ہے۔ اس لئے ہر ایک عنوان بہ نسبت پچھلی بحث کے اس وقت مزید روشنی اور بحث کا مطالبہ کرتا ہے۔ معلم اور متعلم کے قوانین کی رو سے دونون کی ضروری کارروائی معلوم ہوگئی۔ لیکن ہر ایک ایکٹر اور اس کا پارٹ خیالاً آسانی سے علیحدہ کر دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایکٹر اور پارٹ بجائے خود اپنی علیحدہ خصوصیتین رکھتے ہین۔

قدرتی ترتیب پر نظر کرتے ہوئے سکھلانا یا تعلیم دینا پہلے نمبر پر نظر آتا ہے۔ آؤ اب ہم تعلیم کے قانون کو دریافت کرین۔ قانون معلم زیادہ تر استاد کی قابلیت سے تعلق رکھتا تھا۔ اور قانون تعلیم تعلیمی کارروائی سے علاقہ رکھتا ہے۔ یعنے قانون تعلیم ہم کو یہ بتلاتا ہے کہ

کن طریقوں سے بچوں کو تعلیم دینا چاہیئے۔

۲ اب تک ہم تعلیم کو معلومات یا تجارب کا دوسروں کے دماغ تک پہنچانے ذریعہ سمجھتے اور تعلیم کو اس نقطۂ نظر سے دیکھتے ہی رہے یا بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم سکھلانے یا بتلانے کا نتیجہ ہے۔ خواہ اُستاد کہتا جائے۔ یا آلات کے ذریعہ کسی اصول یا قانون کو ثابت کرتا جائے۔ یا طلباء کو بذات خود کسی نئی بات کی دریافت کرنے کی طرف لے جائے۔ ان تمام حالتوں میں استاد دراصل تجارب سے اپنے طلباء کو آگاہ کرتا جاتا ہے۔ اُستاد کا کام اور مقصد بھی صرف یہی ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں اُستاد کے کام اور مقصد میں تمیز کرنا لازمی ہے۔ استاد کا اصل کام طلباء کے نفس کو بیدار کرنا اور اس کو کام پر لگا کر بچوں میں خود بخود کام کرنے کی قابلیت کو بڑھانا ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ علم ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک دیگر مادی اشیاء کی طرح ایک ظرف سے دوسری ظرف تک نہیں پہنچایا جاسکتا۔ لیکن ہر حالت میں متعلم پر یہ امر لازمی ہے کہ ہر ایک بات کو بخوبی پہچانے۔ غور کرے اور دماغ میں جگہہ دے۔ سارے تشریحات اور توضیحات وغیرہ بالکل بیکار اور غیر موثر ہوں گے۔ اگر وہ بچوں میں بذات خود غور کرنے کا شعلہ روشن نہ کر سکیں یا بچوں میں غور کرنے کا جوش اور اُمنگ پیدا نہ ہو۔ اگر متعلم بذات خود غور نہ کیا کرے تو خواہ کیسی ہی تعلیم کیوں نہ ہو۔ اُس سے وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو اندھے کو آئینہ دکھلانے یا بہرے کے روبرو آرگن بجانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

۳ پس اب ہم یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ۔

قانونِ تعلیم

بچون کی تیزی - پھرتی - اور جدت طرازی کو جنبش دو - اور اُن کی رہبری کرو - جہان تک ہوسکے متعلم کو ایسی باتین خود بخود نہ کہدو جن کو وہ غور و فکر سے بذات خود جان لے سکتے ہین -

۲ اس قانون کا دوسرا حصہ بھی نہایت اہمیت رکھتا ہے - بعض مواقع ایسے بھی ہوتے ہین - جہان ہم کو اس اشارہ کے خلاف عمل کرنا پڑتا ہے - مثلاً وقت بچانے کے لئے - یا کسی کم زور یا پست ہمت متعلم کی تائید کے لئے - یا کبھی ایسے موقع پر جب کہ ساری جماعت کو اس بات کے دریافت کرنے مین ناکامیابی ہو - اور سارے طلباء نہایت شوق اور تیزی سے اُستاد کی تائید کے منتظر ہون - تو ایسے وقت پر اُستاد نئی باتون سے طلباء کو آگاہ کرسکتا ہے - لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قانون کے خلاف عمل پیرا ہونے سے ہمیشہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے - اس لئے خوب خیال رکھنا چاہیئے کہ اس نقصان کا بدل کوئی خاص فائدہ سے ہوجائے - قانون کے دوسرے حصے کو جملہ منفی مین ہے - اگر ہم جملہ مثبت بنادین یا اگر ہم اس جملہ پر اثباتی نظر ڈالین تو جملہ یون پڑہا جائے گا " تمہارے طلباء کو حقائق کے دریافت کرنے والے بناؤ یا اُن کو نئے حقائق بذات خود دریافت کرنے کے قابل بناؤ "

اس قانون کے نہایت مفید اور اہم ہونے پر جملہ ماہران تعلیم متفق ہین - اس لئے اس قانون کے مفید ہونے کے متعلق زیادہ ثبوت پیش کرنے کی یہان چندان ضرورت معلوم نہین ہوتی -

کوئی ایسا اعلیٰ ماہر تعلیم نہ ہوگا جس نے کسی ایک پہلو سے ہی اس قانون پر روشنی نہ ڈالی ہو۔ اگر ہم فن تعلیم کے متعلق کسی ایسے مقولے یا کہاوت کے متلاشی ہوں جو لائق اساتذہ میں مقبولِ عام ہو۔ اور جس پر وہ زیادہ تر عمل پیرا ہوں تو ہم کو سوائے اس قانون کے کوئی اور قانون نہ ملیگا۔ اس قانون میں بھی وہی حقائق اور عالمگیر تعلیمی راز سربستہ ہیں جو مندرجۂ ذیل مقولوں میں مضمر ہیں :-

اپنے طلباء کے ذہن کو بیدار کرو۔ طلباء کو غور کرنے کے لیئے آمادہ کرو۔ طلباء کی طبیعتوں میں تحقیقات کی سرگرمی پیدا کرو۔ طلباء کو کام پر لگاؤ

بظاہر یہ تمام مقولے مختلف نظر آئینگے۔ لیکن ذرا غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ یہ سب مقولے اسی قانون کو دوسرے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس قانون اور ان مقولوں میں کوئی اختلاف اور تفاوت نہیں۔

توجہ۔ زبان اور علم کے اصول پر بحث کرتے ہوئے ہم نے بعض افعال نفس پر غور کیا تھا۔ آؤ اب ہم ان افعال پر ذرا اور گہری نظر ڈالیں۔

اس قانون کا فلسفہ

۵ ہم بلا اُستاد کے جان سکتے ہیں۔ مدرسہ کو آنے سے پہلے لڑکے سیکڑوں باتیں جان لیتے ہیں۔ بعض اوقات اُن کو ان باتوں کے جاننے میں اپنے والدین یا دیگر لوگوں سے تائید بھی مل جاتی ہے

اور کبھی کبھی وہ خود معلوم کر لیا کرتے ہیں ۔ ہمارے معلومات وغیرہ زیادہ تر ایسے ہوا کرتے ہیں جن کو ہم بلا تائید غیرے بذات خود حاصل کرتے ہیں ۔ اور وہی معلومات زیادہ مفید اور دیرپا ہوا کرتی ہیں جو دوسروں کی تائید کے بغیر بذات خود حاصل کی جائیں ہر ایک بات کو بلا کسی اُستاد کی تائید کے جاننے کی کوشش کرنا چاہیئے ۔ اگر ہم بغیر اُستاد کی تائید کے بذاتِ خود جان سکتے ہوں تو اُستاد کا کام یہ ہوگا کہ جہاں تک ہو سکے ایسے خوشگوار مواقع پیش کیا کرے ۔ جو طلباء کو تحقیقات کرنے اور بذات خود نئی باتوں کے دریافت کرنے میں مدد و معاون ہوں ۔

۶ پس یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس صورت میں اساتذہ اور مدارس کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ جس کا جواب نہایت صاف و سادہ ہے ۔ علم اپنی ابتدائی یا قدرتی حالت میں منتشر مبہم اور پریشان حالت میں پایا جاتا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ علم بڑے بڑے آئین اور ترتیب سے تعلق رکھتا ہے ۔ لیکن ان آئین اور ان کے تعلق رکھنے والے قوانین سے متعلین بے بہرہ رہا کرتے ہیں ۔ اور یہ تمام باتیں سالہا سال کے مشاہدے اور خبر دار رہنے کے ساتھ غور و فکر کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں ۔ مدرسہ کے نصاب تعلیم کے لئے ایسے مضامین انتخاب کئے جاتے ہیں جو نوع انسان کے بہترین تجارب کے نتائج منصور ہیں ۔ یہ تجارب ایک خاص نظام میں ترتیب دئے اور بچوں کے روبرو اس انداز سے پیش کئے جاتے ہیں کہ ان کا جاننا آسان بن جائے ۔ اس طریقہ سے بچوں کو پڑھنے کے لئے فرصت اور اطمینان

قلب میسر ہو جاتا ہے۔ کتابیں اور تعلیمی چیزیں (جو بہت سے لوگوں کی اَن تھک اور سالہاسال کی کوششوں کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں) دراصل اُن نقشہ جات کا کام دیا کرتی ہیں جن کی مدد سے ہم غیر مفتوح ممالک کو تسخیر کر سکتے ہیں۔ یا وہ ایسی شاہراہیں ہیں جن پر سے گزر کر ہم علم کی منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں۔ پس ہم اُس کو اصلی اور سچی تعلیم نہیں کہیں گے جو صرف معلومات تقسیم کرتی ہو۔ بلکہ وہ اصلی اور سچی تعلیم ہوگی جو طلباء کو بذات خود معلومات کے حاصل کرنے کی محرک ہو۔ کوئی یہ نتیجہ نہ نکال لے کہ بہترین معلم وہی ہے جو بالکل کم تعلیم دیتا ہو۔ یا جس کے طلباء بغیر اُستاد کی براہ راست تائید کے زیادہ تر تعلیم حاصل کرلیں۔ لیکن ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اِن لطیفوں میں لفظ تعلیم کے دو معنے نہاں ہیں ایک کے معنی تو صرف کہنے۔ یا بتلانے کے ہوں گے۔ اور دوسرے کے حقیقی طور پر جاننے کے لئے مواقع پیدا کرنے کے ہوں گے۔

۷ اُستاد ایک ہمدرد رہبر ہے۔ جس کے وسیع معلومات مقررہ نصاب تعلیم کے متعلق اُس کو اِس قابل بناتے ہیں کہ وہ متعلم کی کوششوں کو راہ راست کی طرف پھیر دے۔ تاکہ متعلم کا وقت اور طاقت ضایع نہ ہو۔ اور اُس کو غیر ضروری تکالیف میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔ لیکن کسی مدرسہ یا اُستاد کی تائید سے دماغی افعال میں تغیر نہیں پیدا ہو سکتا۔ اور نہ اس قسم کی تائید طلباء کو بذات خود علم حاصل کرنے میں کسی طرح رکاوٹ پیدا کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ خواہ کیسی ہی کوشش کیوں نہ کی جائے۔ اور دیکھنے کے لئے کیسی ہی

خوشنا چیزین۔ سننے کے لئے کیسی ہی سریلی آوازین۔ اور غور و فکر کے لئے کیسے ہی محرکات کیون نہ پیش کئے جائین۔ اِن سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جب تک آنکھہ نہ دیکھے۔ کان نہ سُنے۔ اور نفس غور و خوض نہ کرے۔ بچے کی طبعی اور مادی قابلیتین جسم اور نفس کو نشو و نما دیتی ہین۔

سینٹ آگسٹین کہتا ہے "یہ تصور کر لینا خیال خام ہے کہ اگر ہم بچون کو اُن کی طاقتون کے لحاظ سے تعلیم دین تو اُن کی طاقتین ہی نشو و نما پاتی اور بڑہتی جائینگی" جس قدر جلد اُستاد اِس خیالِ خام سے دست بردار ہو جائے گا کہ وہ اپنی محنت سے بچون کو ذہین اور عقیل بنا سکتا ہے۔ ورنہ ایک ہی حالت پر رہنے کی رغبت رکھنے والے یا اُستاد کی باتون کو چُپکے چُپکے سُن کر سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرنے والے لڑکون کے روبرو کیسی ہی مفید اور اعلیٰ معلومات بیان نہ کی جائین اُنہین کچھہ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ صرف اُستاد بک بک کر کے ناحق اپنا وقت۔ اور اپنی دماغی طاقتون کو برباد کرتا رہے گا۔

سقراط کہا کرتا تہا کہ "تعلیم کوئی نئی چیز نہین۔ تعلیم کا کام یہی ہے کہ نفس کو اس طرح تائید دی جائے کہ وہ اپنے خیالات کو آراستہ کر کے ظاہر کر سکے" سقراط اس قانون پر عمل پیرا ہو کر یونان کا ممتاز ترین حکیم بن گیا۔ اور اسی قانون کی پابندی نے اس کو اُستادانِ عالم کی صفِ اول مین جلوہ افروز کیا۔ نئی باتون کو طلبا کے دماغ مین زبردستی داخل کرنے سے یہی اثر پڑتا ہے جو طوطون کو باتین سکہلانے سے ہوا کرتا ہے۔ بخلاف اس کے اگر خود بچون مین نئی باتون کے معلوم کرنے کا

شوقِ صادق پیدا کر دیا جائے تو وہ بذاتِ خود بہت سی نئی نئی مفید باتیں دریافت کر لیں گے۔ بلبلِ شیراز نے کیا خوب کہا ہے ؎

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے در کار نیست
سیل بے رہبر بدریا می رساند خویش را

ایک لڑکے نے گلوب کو دیکھ کر زیادہ حیرت ظاہر کی اور کہنے لگا کہ کیا سچ مچ زمین کی شکل ایسی ہی ہے۔ اُس سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے مدرسہ میں نہیں پڑھا کہ زمین کی شکل کیسی ہے۔ تو اُس نے کہا کہ میں نے پڑھا تو تھا۔ لیکن اُس کو اب تک ایک معما سمجھتا رہا۔

۸ تعلیم کے اعلیٰ مقاصد معلومات اور اعلیٰ نصب العین ہیں۔ قابلیت اور ہنرمندی کو ترقی دینا ہی تعلیم کا مقصد ہے۔ ہمارا قانون اِن دونوں مقاصد کی وجہ سے اور بھی اہم بن گیا ہے۔ متعلم کو چاہئے کہ وہ نئی باتوں کو خوب سمجھے۔ ورنہ اُس کی معلومات صرف برائے نام ہوں گی۔ بخوبی سمجھ کر پڑھنے کے لئے جو کوشش کی جائے گی۔ اُس سے متعلم کی قابلیت میں بھی زیادہ ترقی ہوگی۔ طالب العلم کو جو بذاتِ خود نئی معلومات کے دریافت کرنے میں کوشاں نہ ہو۔ نئی نئی باتیں پڑھانے سے وہی فائدہ ہوگا جو کسی کاہل اور غیر محنتی شخص کو دن بھر مرغن اغذیہ کے کھانے سے ہو سکتا ہے۔ اس شخص کی نہ صرف بھوک اور طاقت رخصت ہی ہو جائے گی بلکہ زبان کا ذائقہ بھی خراب ہو جائے گا۔

۹ ہماری طاقتوں پر یقین کامل اور بھروسہ رکھنا ان سے کامیابی کے ساتھ کام لینے کی ضروری شرط ہے۔ یہ بھروسہ

اور یقین صرف شوق صادق۔ ذاتی رضا و رغبت اور اپنی طاقتون سے آزادانہ طور پر کام لینے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ہم اور دن کو چلتے ہوئے۔ تیرتے ہوئے۔ بائیسکل چلاتے ہوئے دیکھ کر چلنا۔ تیرنا۔ یا سیکل چلانا نہین سیکھ جاتے۔ تاوقتیکہ ہم بذات خود چلنے۔ تیرنے یا سیکل چلانے کی مشق نہ کرین۔ دماغی یا ذہنی قابلیتون کا بھی یہی حال ہے۔

۱۰ ذاتی مستعدی یا دماغی طاقتین خود بخود کام پر نہین لگ جاتین۔ جب تک کہ ان کو کوئی تحریک یا ہیج کام پر نہ لگا دے۔ ابتدائی عمر مین خارجی محرکات زیادہ قوی اور موثر ہوا کرتی ہین اور بڑی عمر مین اندرونی جذبات ہماری کارروائیون کے محرک بنتے ہین۔ ننھے بچون کے لئے شوخ رنگ۔ ننھے جانور۔ اور متحرک چیزین زیادہ مرغوب طبع ہوا کرتی ہین۔ جون جون عمر بڑھتی جائے اندرونی خیالات اور جذبات اپنی توجہ کو اپنی طرف راغب کر لیتے ہین۔ بچون کی ذہنی زندگی محسوسات سے لبریز رہا کرتی ہے۔ اور نوجوان کی ذہنی زندگی مین خیالات کی فراوانی ہوتی ہے۔

۱۱ غور و فکر کرنے سے دقیق سے دقیق مضامین کا جاننا آسان بن جاتا ہے۔ نئی معلومات کو سابقہ معلومات سے تقابل و تشبیہ دیجاتی ہے۔ مضمون کے مختلف حصون۔ اقسام اور وجوہات پر نظر ڈالی جاتی ہے حافظہ اور تخیل سے کام لینا پڑتا ہے۔ اسباب اور نتائج پر غور کیا جاتا ہے۔ اگر غور و فکر نہ کیا جائے تو سب قسم کے محرکات بیکار و فضول ہو جائینگے۔ اُستاد متعجب ہو جاتا ہے کہ آخر فلان طالب العلم کیون ...

نہین یاد کرتا۔ یا کیون نہین سمجھتا۔ آخرکار اُستاد اس فیصلہ پہ آن پہنچتا ہے کہ شاید لڑکا بے وقوف ہوگا۔ یا کم از کم کاہل اور سُست تو ضرور ہوگا۔ لیکن بدقسمتی سے بعض اوقات یہ سب باتین بیچارے متعلم مین نہین۔ بلکہ حضرت معلم کی ذات ہی مین پائی جاتی ہین۔ اور نادانی سے اس قانون کے خلاف عمل کرنا ہی ناقابل معافی گناہ ہے۔ اُستاد یہ خیال کرلیتا ہے کہ وہ اپنی جان توڑ محنت اور جانفشانی سے نئی نئی باتین کہہ کر بچون کو لایق بنادے گا۔ لیکن اس جانفشانی سے کچھ ہی فائدہ نہین ہوتا۔ بلکہ لڑکے بیزار ہوکر اونگھنے لگ جاتے ہین۔ بخلاف اس کے اصلی اور سچی تعلیم وہی ہے جو بچون کے نفس کو تحریک اور جوش دینے والے مہیجات اور قدرتی محرکات سے کام لے۔ اگر بعض محرکات سے خاطرخواہ کامیابی نہ ہو تو اُستاد اور نئے محرکات سے کام لے اور اُس وقت تک ایسے محرکات کو تلاش کرکے استعمال کرتا رہے۔ جب تک کہ خوشگوار نتیجہ نہ نکلے۔ اور بچہ پُھرتی اور مستعدی کے ساتھ اپنے سبق مین محو نہ ہوجائے۔

۱۲ دو سو سال کے پیشتر کامنی نیس نامی ایک بڑا ماہر تعلیم گزرا ہے۔ جس کی کوششون سے فن تعلیم کو زیادہ ترقی ہوئی۔ اور بہت سے بوسیدہ خیالات اور قوانین مین انقلاب بھی پیدا ہوگیا۔ یہ شخص کہا کرتا تھا کہ " بہت سے اساتذہ بعوض تخم ریزی کے درخت ریزی کیا کرتے ہین۔ بعوض نہایت سہل اور سادہ اُصول سے بڑھنے کے۔ وہ بچون کو یک لخت مختلف کتابون کی ڈھیرون اور متفرق علوم کی بھول بھلیان مین ڈھکیل دیتے ہین۔ حقیقی اُستاد وہی ہے جو زمین پہ

اچھی طرح ہل چلاکر تخم ریزی کرے - اب یہ مٹی کا کام ہوگا کہ وہ اپنی خاص طاقتوں سے کام لیکر تخم کو نشو و نما دے پودا اور درخت بنادیگا

۱۴۲ اُس طالب العلم مین جو شوق صادق کی رہبری مین علم حاصل کرنا چاہتا ہو - اور اُس متعلم مین جو کسی کے دباؤ اور خوف سے پڑھتا رہے بہت بڑا فرق ہوتا ہے جس کی تشریح کی ضرورت نظر نہین آتی - ایک آزاد کارکن ہوتا ہے اور دوسرا ایک مشین یا کل کی طرح ہوتا ہے - اگر حرکت دی جائے تو کل چلنے لگتی ہے - اگر حرکت موقوف ہوگئی تو مشین کا چلنا ہی موقوف ہوگیا - شوق صادق رکھنے والے کو کام نہایت ہی خوشگوار اور پسندیدہ معلوم ہوتا ہے اور وہ گہری دلچسپی سے اُس مین محو ہوجاتا ہے - جب تک کہ اُس کو کسی لاینحل مسئلہ سے مڈبھیڑ نہ ہو - یا جب تک سبق انجام نہ پائے - دوسرا متعلم صرف اُسی وقت کچھ حرکت کرتا ہے جب کہ اُس پر زور ڈالا جائے - یا حرکت کرنے کے لئے کہا جائے - جو کچھ بتلاؤ وہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کہو سُن لیتا ہے - اور جہاں اُستاد لے جائے چلا جاتا ہے - اور وہ بھی اُسی وقت وہین ٹھہرجاتا ہے جہاں اُستاد ٹھہرجائے - ایک متعلم اپنی ذاتی پھرتی اور مستعدی سے کام کرتا ہے - لیکن دوسرا مجبوری اور بیرونی دباؤ سے - یون بھی کہا جاسکتا ہے کہ شوقین متعلم کو ہم ایک پہاڑی چشمے سے تشبیہ دے سکتے ہین - جو ہمیشہ زندہ فوارون اور سوتون سے پانی کی سربراہ حاصل کرتا ہے - اور دوسرے قسم کے متعلم کو ہم صرف ایک ڈبرے سے تشبیہ دے سکتے ہین جس کا پانی نالی کے ذریعے یا کسی اور شخص کی کوشش سے ایک جگہ سے

دوسری جگہہ کو جاتا ہو۔

۱۴ نفس کی کارروائی اُس کی حاصل کردہ معلومات کے مطابق محدود ہوا کرتی ہے۔ وہ شخص جو کچھہ بھی نہ جانتا ہو غور وفکر بھی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ غور وفکر کرنے کے لئے اُس کے لئے کوئی بنیاد ہی نہیں۔ مقابلہ و موازنہ کرنے۔ خیال کرنے۔ وجوہات کو دریافت کرکے کسی فیصلہ پر آن پہنچنے۔ اور کسی منصوبے کو معلومات کی مدد سے تکمیل کو پہنچانے۔ تنقید کرنے۔ یا اپنے خیالات کو عملی صورت مین لانے۔ غرض ان تمام کامون کے لئے نفس کو اپنی سابقہ واقفیت کی بنیادون پر کام کرنا پڑتا ہے۔ پس کسی چیز حقیقت یا واقعہ کی قوت متحرکہ کسی متعلم کے مضمون زیر بحث سے تعلق رکھنے والے معلومات اور سابقہ واقفیتون کی تعداد پر منحصر ہوا کرتی ہے۔ ایک ماہر علم نباتات کو کسی نا معلوم پودے کے دیکھنے سے جو خوشی اور فرحت حاصل ہوسکتی ہے وہ اُس کو کسی نا معلوم پتھر یا نئے سیارے کے دیکھنے سے ہرگز حاصل نہ ہوسکے گی۔ لیکن ایک ماہر طبقات الارض یا ہئیت دان کے لئے ان چیزون سے بے حد مسرت حاصل ہوتی ہے۔ حکیم ہمیشہ نئے نئے امراض کی تحقیقات مین مصروف رہا کرتا ہے۔ وکیل نئے نئے فیصلون کا متلاشی۔ اور کاشتکار نئی فصل کا منتظر۔ اور انجنیر نئی قسم کے مشینون کی ترتیب کے جاننے کا شائق رہتا ہے۔

۱۵ بچہ کی معلومات بالکل محدود ہوا کرتی ہین۔ اور اس کی دلچسپی نہایت کم اور جلد زائل ہوجانے والی ہوتی ہے۔ نوجوان آدمی بہت سی باتین جانتا ہے۔ اور اس کی دلچسپیان بھی زیادہ گہری۔ وسیع

اور منتقل ہوا کرتی ہین - جون جون معلومات بڑہتے جائین گے - طبیعت مین گہرے طور پر غور و فکر کرنے کا مادہ بہی بڑہتا اور ترقی کرتا جاتا ہے - ایک ریاضی دان کو دن بہر محنت کے ساتہ زمینات کی پیمائش کرنے مین کوئی نکان اور بیزاری نہین ہوتی - آسمانی صحیفون اور مذہبی کتب کے مطالعہ سے مذہبی آدمیون کو دلی فرحت اور لازوال مسرت حاصل ہو سکتی ہے - اِن تمام مثالون سے اُن اصُول اور قواعد پر روشنی پڑتی ہے - جو قانون زیر بحث کے ماتحت ہین -

۱۶ دلچسپی کے دو اہم سرچشمے ہین - جن کے ذریعہ ہم نفس کو بیدار اور متحرک کر سکتے ہین - ایک تو علم کی محبت صرف علم کے لئے ہے - یعنے اُس نقطۂ نظر سے کہ وہ انسان مین تہذیب و شائستگی پیدا کرتا ہے - اور دوسرا یہ کہ علم کی تائید سے ہم زندگی کے مشکل مسئلون کو حل کرین - یا ایک علم کی تائید سے دوسرا علم حاصل کرین - دلچسپی کے پہلے سرچشمہ مین بہت سی باتین پوشیدہ ہین - ہم اپنے حیرت و استعجاب کو تخفیفِ تشفّی کے ساتہ دُور کرنا چاہتے ہین - جس کی وجہ سے ہم کو کسی نامعلوم یا انوکہی چیز کی اصلی حقیقت - اسباب اور ہمارے اطراف کے مظاہر پر روشنی ڈالنی پڑتی ہے اکثر اوقات مختلف قسم کے سوالات ذہن مین آکر ستاتے رہتے ہین - جن کو غور و فکر سے حل کرنا پڑتا ہے - ورنہ نیچر کے بعض اسرار ون یا رازدن کے معلوم نہ ہونے سے انسان خوف زدہ اور پریشان بن جاتا ہے - اندہیری رات مین کسی درخت یا پالتو جانور کو دیکہہ کر ڈر جانا - خوف کے مارے بہاگ نکلنا - یا شور و غل کرنا - یا گہر لوٹ کر چند روز تک تپ و لرزہ مین مبتلا رہنا یہ سب نیچر کو مصنوعی لباس مین دیکہنے کے خمیازے ہین - اگر ہم ذرا آگے بڑہین اور

غور و فکر سے کام لیں تو معلوم ہو جائے کہ دراصل کسی درخت یا جانور کو ہم نے بھوت سمجھ لیا تھا - جس سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی - علم سے انسان میں ایک قسم کی طاقت اور آزادی بھی پیدا ہو جاتی ہے - اور ہر ایک نئی معلومات کے حاصل ہونے پر انسان اپنے آپ کو کسی اعلیٰ درجے پر پہنچا ہوا تصور کرتا ہے - اور نئے حقائق کو دریافت کر کے اُن کی نزاکت اور دلاویزی اور پوشیدہ تجلیوں پر سوجان سے قربان ہو جاتا ہے - علم کا ہماری عقل اور ظرافت پر خوشگوار اثر پڑتا ہے - یہ سب باتیں جو علم کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں انفرادی یا مجموعی طور پر ہماری علمی تشنگی کو بجھاتی ہیں - اور ہمارے پڑھنے اور غور و فکر کرنے کو ایک دل خوش کن مشغلہ اور کھیل تماشا بنا دیتی ہیں - جس کی وجہ سے ہم گھنٹوں نہایت دلچسپی اور توجہ کے ساتھ مصروف کار رہ جاتے ہیں - علم کی ہر ایک ایسی دلفریبی اُستاد کے لئے ایک بڑی شاہراہ کا کام دیتی ہے - جس کے ذریعہ وہ متعلم کے دماغ تک پہنچ کر اُس کو کام کرنے کے قابل بنا دے سکتا ہے -

۱۷ پس متعلم کی معلومات اُس کی علمی تشنگی - اور قابلیت - اور عمدہ - اور اعلیٰ مذاق - پر منحصر ہوں گی - بعض لوگوں کو نیچر اور اُن کی کار فرمائیوں کے مشاہدے اور تجارب سے محبت ہوتی ہے - دوسروں کو ریاضی سے الفت ہوتی ہے - جو اُس کے مشکل مسئلوں کو حل کر کے خوشنود ہو جاتے ہیں - بہت سے لوگ زبان اور علم ادب کو دیگر مضامین پر ترجیح دیتے ہیں - اور بہت سے اصحاب تاریخ اور ایسے علوم کی طرف متوجہ رہتے ہیں جو انسان کی طاقتوں - کارروائیوں -

اور نتیجون پر روشنی ڈالتے ہین - ہر ایک خاص مذاق پر ورش پاکر دوسرون پر فوقیت حاصل کرتا ہے - اور معلومات کی افزائش کے ساتہ ساتہ نئی باتون کے قبول کرنے کی طاقت بہی اسی مذاق مین ترقی کرتی جاتی ہے - علم ادب - طبیعیات - اور فنون مین ایسی ہی طبعی اعلیٰ مذاق کی بدولت عظیم الشان ترقیان اور کامیابیان ہوتی آتی ہین - اِن تمام امور مین صرف یہی مقولہ کام کرتا ہے "آج کے لڑکے کل کے باپ ہین" ہر ایک متعلم مین ایسے اعلیٰ مذاق کے تخم موجود رہا کرتے ہین - جن مین سارے علوم وفنون اور ساری طاقتین پوشیدہ رہا کرتی ہین - اور یہ تخم منتظر رہا کرتے ہین کہ کوئی ماہر فن اُستاد اُن کی آبیاری کرکے ان کی نشو ونما مین مدد ومعاون بنے -

۱۸ علم کی قدر ومنزلت ایک اور وجہ سے بہی کی جاتی ہے - اور وہ یہ ہے کہ علم ہماری معاشں کا وسیلہ - اور سوسائیٹی مین عزت و احترام حاصل کرنے کا ذریعہ بہی ہے - اسی لئے علم وفن کے کسی ایک شعبہ مین درجۂ کمال کو پہنچنے کی کوشش کی جاتی ہے - مصوری - وکالت تحریری - یا کوئی اور دماغی کام مین ید طولیٰ حاصل کرنے کی جد وجہد یا انعام حاصل کرنے یا سزا سے بچنے کے لئے علم حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے - اکتساب علم کی یہ بالواسطہ خواہش - طلباء کے اخلاق اور مقاصد کے مطابق مختلف ہوا کرتی ہے - لیکن جب تک یہ خواہش پختہ اور مستقل نہ ہو - اور متعلم کو علم سے سچی محبت نہ ہو کوئی فائدہ حاصل نہین ہوسکتا - علم کی طاقت اُس ضرورت کی اہمیت اور وسعت پر منحصر ہوا کرتی ہے - جو اس کی تحصیل کے لئے محرک بنی ہو - اپنی ضرورتون

کو - پورا کرنے کے لئے جو علم حاصل کیا جاتا ہے - وہ اُس ضرورت کے رفع ہوتے ہی فراموش بھی کر دیا جاتا ہے - مستعمل کتب کو فروخت کرنے والوں کی دُکانوں مین اس قسم کے شوق کی سیکڑون نظیرین ملینگی جس طرح ایک قیدی اپنی ہتکڑیوں سے بیزار رہا کرتا اور مدت قید کے ختم ہوتے ہی فوراً ہتکڑیون کو پھینک کر باہر نکل جاتا ہے - یون ہی - ہمارے بعض طلباء اپنی کتابون سے بیزار رہا کرتے ہین - ادہر امتحان ہوگیا - اور اُدہر ساری کتابین پرانی کتابون کے تاجر (سکنڈ ہینڈ بک سیلر) کے ہان کوڑیون کے مول پھینک دی گئین - مدارس مین انعام حاصل کرنے - یا سزا کے خوف سے جو سبق پڑہے جاتے ہین اُن کا بھی یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے - طلباء کو فراخ حوصلگی اور شوق صادق سے کام کرنے مین اِن سے کچھ بھی مدد نہین ملتی - بلکہ مقررہ سبق کے ختم ہوتے ہی ان کی علمی پیاس اور علمی محبت بھی ختم ہو جاتی ہے - اُن مدارس کی تاریک اور بدمزہ زندگی کا حال دیکھو جو اس اصول پر تعلیم دیا کرتے ہین - اور جن کا سارا انتظام اسی غرض پر مبنی ہو - بخلاف اس کے اگر استاد علم کے اصلی اور سچے فوائد بتلاتا رہے - اور اگر طلباء بھی اُن فوائد کو پہچاننے لگ جائین تو وہ وقت جلد آجائے گا جب کہ علم کی عزت بباعث اُس کے مفید ہونے کے ایسی بڑہ جائے گی کہ ہوتے ہوتے لوگ اس کو کسی غرض سے نہین بلکہ اس سے دلی محبت ہونے کی وجہ سے حاصل کرنے لگین گے -

علم اور جذبات

۱۹ اب تک بحث کرنے سے ہم پر یہ ظاہر ہو گیا کہ عقل اور جذبات کا تعلق کہاں تک پختہ اور مضبوط۔ اور خیالات اور جذبات میں کہاں تک ناتفریق پذیر باہمی رشتہ بندی ہے۔ بغیر جذبات کے غور و فکر کرنا گویا غور کرنے کے قابل کسی شئے سے اپنی توجہ کو ہٹا لینا ہے۔ جو سراسر بے معنی ہے۔ اور بغیر غور و فکر کرنے کے کسی شئے کو محسوس کرنا بھی سراسر ناممکن ہے۔ ہماری ساری بحث میں ہم اس اخلاقی پہلو کو فرض کرتے آئے ہیں کہ علم کی محبت خواہ علم کے لئے ہو۔ خواہ اس کے فوائد کے لئے درحقیقت ایک اخلاقی محبت ہوا کرتی ہے۔ البتہ الٰی مقاصد میں تحصیل علم کے سارے اغراض اخلاقی بنیاد پر استادہ رہتے ہیں۔ اس لئے کوئی تعلیم خوش خلقی سے جدا نہیں کر دی جا سکتی۔ عقل کے ساتھ۔ ساتھ مدرسے سے محبت بھی بڑھتی جاتی ہے۔

۲۰ اس اخلاقی شعور کی بدولت متعلم اپنے فرض منصبی کو انجام دینے پر راغب ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اکتساب علم کی طاقت اور تحریک بچوں کے ذہن میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے سبق کو غور و فکر کے ساتھ سوچ سمجھ کر پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ پس اُستاد کو لازم ہے کہ ہمیشہ طلباء کے اخلاقی نیچر کو مخاطب کرے اور اخلاقی محرکات کو جوش میں لائے۔ تاکہ اس کو اپنی کوششوں میں نمایاں کامیابی حاصل ہو۔

۲۱ یہی اخلاقی تعلیم پسٹالوزی کی ساری تعلیمی کارروائیوں کی بنیاد تھی۔ اور سارے بہترین اساتذہ کی تعلیمی جد و جہد بھی اسی اخلاقی

بھی اُستاد کو چاہیئے کہ اپنی مشین یعنے متعلم کو کام پر لگا دے۔ اور آپ دیکھتا رہے کہ مشین کیسے چلتی ہے۔ اور جب کبھی کسی کیل کانٹے کے کام میں فرق نظر آئے تو اُس کو ٹھیک کر دیا کرے۔ وہ بڑا بے کمال اُستاد ہوتا جو اپنے بچوں کے خیالات پر نظر رکھنے اور اُن کو سیدھے راستے پر لگانے کے عوض گفتگو آپ ہی بکتا اور اپنی آواز آپ ہی سُنتا ہوا کہیں سے کہیں نکل جائے۔ اور طالبا دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں۔

٢٥ پہلے اور تیسرے قانون میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ اُستاد کو اپنے پڑھانے کے مضمون میں کافی دستگاہ حاصل کرنی چاہیئے۔ اس قانون کا منشا اُن قوانین کی مخالفت پر مبنی نہیں۔ بلکہ اُن قوانین پر اس قانون سے مزید روشنی پڑتی ہے۔ اگر اُستاد کو متعلم کے سبق کے متعلق کافی اور ٹھیک معلومات نہوں تو اُستاد متعلم کی کوششوں کو راہِ راست پر لگانے اور اُس کی کوششوں کا نتیجہ دریافت کرنے یا مشکل مقامات میں اس کی تائید کرنے کے قابل نہ رہیگا۔ اس غلط خیال کو یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ ایک سپہ سالار فوج کو قواعد جنگ اور میدان جنگ کے متعلق کسی قسم کی معلومات کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ سپہ سالار مذکور کو بذات خود لڑنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یونہی ایک اُستاد نامکمل معلومات کے ذریعہ کامیاب بن جا سکتا ہے۔ کیونکہ تحصیل علم صرف بچوں کا کام ہے۔ جیسا کہ پچھلے اوراق میں کہا گیا ہے۔ اس قانون کے دوسرے حصے کے متعلق چند مستثنیات بھی ہیں۔ یعنی ایسے مواقع بھی پیش آتے ہیں جب کہ

چند لمحوں کے لئے اُستاد کو لیکچرار یا مقرر بننا پڑتا ہے۔ اور بچوں کی خاص خاص علمی کارروائیوں اور مشاغل پر اپنے وسیع معلومات۔ تجربہ اور مشاہدہ سے مزید روشنی ڈال کر کسی مضمون کے متعلق انہیں وسیع۔ قیمتی۔ اور ٹھیک ٹھیک معلومات سے مستفید کر سکتا ہے۔ لیکن خیال رہے کہ ان اوقات اصلی تعلیم صرف چند باتوں کے کہہ دینے کا نام نہیں ہے۔ یہ باتیں اس انداز سے پیش کی جائیں کہ طلباء نہایت جوش و خروش کے ساتھ ان کو سننے اور سمجھنے لگ جائیں۔ ورنہ استاد کی پھیکی اور بے اثر باتوں کا نتیجہ بجز لاکون میں سستی۔ اور بے توجہی زیادہ کرنے کے کچھ اور نہ ہوگا۔ اور وہ سبق پر ہرگز سرگرمی سے متوجہ نہ ہوسکیں گے۔

۲۶ انسان کے نفس کو تحریک دینے کے لئے نیچر کے اہم محرکات کی تفصیل آگے ہی بیان کر دی گئی ہے۔ اِن تمام کو ہم بالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ محرکات انسان سے دنیا اور کل کائنات سے متعلق خاموش اور مسلسل سوالات کرتے جاتے ہیں۔ ہمارے زمانۂ طفلی کے سوالات پختہ عمر میں بہت سے اہم اور مشکل اسولہ کی گونج ثابت ہوچکے ہیں۔ وہ چیز یا واقعہ جو کوئی سوال پیدا نہ کرسکے کوئی خیال بھی پیدا نہ کرسکے گا۔ پس سوال کرنا فن تعلیم کا کوئی ایک معمولی طریقہ نہیں۔ بلکہ درحقیقت ساری تعلیم کی بنیاد سوالات ہی ہیں۔ سوالات بچوں کی ذاتی چستی اور پھرتی کو جوش اور تحریک دیتے ہیں۔ تاکہ وہ علمی حقائق دریافت کرسکیں۔ نیچر بھی ہم کو سوالات کے ذریعہ ہی تعلیم دیا کرتی ہے۔ لیکن اس کی بھی چنداں سخت ضرورت نہیں کہ سارے سوالات استفہامیہ

جملوں میں ہی ہوں۔ تفہیم اس انداز سے کی جائے۔ جس سے پرانے سوالات کے کافی جوابات مل جائیں۔ اور یہی تفہیم دیگر نئے نئے سوالات کے پیدا کرنے کا موجب بن جائے۔

۲۷ وہ تفہیم جو سارے حل طلب امور کا فیصلہ اور سارے سوالات کو ختم کردے۔ اکثر اوقات بچوں کے غور و فکر کو بھی ختم کر دیا کرتی ہے۔ کسی حقیقت کے ٹھیک طور پر معلوم ہو جانے یا کسی اصول یا قاعدہ پر آن پہنچنے کے بعد اور بھی بہت سی باتیں۔ مثلاً اُسی حقیقت سے نکلنے والے نتائج یا اُس حقیقت سے عملی زندگی کا تعلق اور اُس کے فوائد وغیرہ دریافت کرنے کے قابل ہوا کرتی ہیں۔ کسی واقعہ یا حقیقت کے ٹھیک ٹھیک معلوم کر لینے کے بعد ہماری علمی تشنگی یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ یہی معلومات نئے نئے سوالات پیدا کر کے ہم کو اور بھی نئی باتوں کی تحقیق پر آمادہ کر دیتے ہیں۔ باخبر اور سائنس سے محبت رکھنے والا شخص وہ ہے جو سوالات کے ذریعہ جوابات حاصل کرتا جائے۔ درحقیقت سائنس وہ چیز ہے جو انسان کو ہمیشہ نئی نئی باتوں کے دریافت اور تحقیقات پر بلا کسی تکان کے متوجہ کر دیتی ہے۔ زمانۂ حال جو بلحاظ ترقیٔ علوم و فنون۔ زمانۂ ماضی پر زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔ صرف عظیم الشان سوالوں کا زمانہ ہے۔

۲۸ پختہ عمر والوں کے لئے جس طرح سوالات پیش آیا کرتے ہیں یوں ہی ننھے بچوں کے ذہن میں بھی بہتیرے سوالات پیدا ہوا کرتے ہیں۔ بچے کی اصلی تعلیم اُس زمانہ سے شروع ہو جاتی ہے۔ جب کہ

وہ سوالات کرنے لگتا ہے۔ جب تک کہ بچوں میں سوالات کرنے کی قوت پیدا نہ ہو جائے۔ اور جب تک اُن میں سوالات کرنے کی اعلیٰ قابلیت نہ ہو اُس وقت تک بچوں کو لیکچروں کے ذریعہ ہرگز تعلیم نہ دی جائے۔ صداقت اپنے ہی متعلق نئے نئے سوالات پیدا کرتی جاتی ہے۔ بشرطیکہ نفس ہی خاطر خواہ بیدار ہو۔

درخت سے گرنے والے سیب نے نیوٹن کو کشش ثقل کا کاشف اور کھولتے ہوئے گرم پانی کی کیتل نے جیمس واٹ کو دُخانی انجن کا موجد بنا دیا۔

اساتذہ کے لئے قواعد

دیگر قوانین کی طرح اِس قانون سے بھی چند اہم تعلیمی قواعد برآمد ہوتے ہیں:—

(۱) اسباق اور کام بچوں کی عمر اور استعداد کے مطابق ہوا کریں۔ ننھے بچے زیادہ تر اُن اسباق یا کاموں سے خوش ہو جاتے اور دلچسپی لیتے ہیں جو اُن کے حواس کو متوجہ کریں۔ اور جو اُن کے حرکات و سکنات کے موجب ہوں۔ پختہ عمر والے مختلف اسباب اور علمی مسائل پر غور و فکر کرنے پر راغب رہا کرتے ہیں۔

(2) اسباق ایسے انتخاب کیا کرو جو بچوں کے قرب و نواح اور اُن کی ضرورتوں سے متعلق ہوں۔

(3) مضمون اور سبق پر خوب غور کرو۔ اور دریافت کرلو کہ

بچوں کی زندگی سے اس سبق کا کیا تعلق ہے ۔

(۴) دورانِ سبق میں بچوں کی دلچسپی کو موزوں سوالات یا گفتگو کے ذریعہ جوش میں لاؤ۔ تاکہ اُن کا ذہن نئی باتوں کو دریافت کرنے کے لئے خاطر خواہ بیدار اور تیار ہو جائے ۔ اگر اُستاد سبق پر کافی دستگاہ حاصل کرلے تو وہ بچوں کو ایسی ہدایات دے سکے گا۔ جن پر غور کرتے ہوئے وہ سبق کے پوشیدہ حقائق کو دریافت کرسکیں گے ۔

(۵) بار ہا اپنے آپ کو اپنے طلباء کی حیثیت میں لالو۔ اور نئے اصول یا حقائق کے دریافت کرنے کی کوشش میں اُن کے ساتھ ساتھ رہو۔

(۶) اگر متعلم کسی حقیقت کو خاطر خواہ ظاہر نہ کرسکے تو ذرا تحمل سے کام لو۔ اور اُس کو اچھی طرح غور اور کوشش سے جواب دینے کا موقع دو۔ اگر تم جلدی کرتے ہوئے متعلم کی زبان سے الفاظ کو کھینچ کھینچ کر نکالنے کی کوشش کروگے تو اُس کو سخت ناگوار ہوگا۔ اور وہ اس نتیجہ پر آن پہنچیگا کہ اُستاد کی طرف سے مداخلت بے جا نہ ہوئی ہوتی تو وہ ٹھیک طور پر جوابات دے دیا ہوتا ۔

(۷) جماعت کی تمام مشقوں میں ہمیشہ تازہ توجہ اور دلچسپی کو تحریک دینے اور اُبھارنے کی کوشش کرتے رہو۔ ایسے سوالات دیا کرو جن کی تحقیقات میں طلباء مدرسہ کے باہر بھی بخوشی مصروف رہا کریں۔ جو سبق نئے نئے سوالات پیدا

کرنے کا موجب نہ ہو۔ آخر کار غلط خیالات پر مبنی ہو جاتا ہے۔

(۸) ہر ایک متعلم پر خوب نظر رکھو کہ آیا اُس کی توجہ پریشان تو نہیں ہو گئی۔ بلا توجہ اور دلچسپی کے متعلم کو سبق سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔

(۹) طلباء کے ذہن کو بیدار کر دینا اپنا نہایت اہم فرض جانو۔ اور اُس وقت تک دم نہ لو جب تک کہ ہر ایک لڑکا سوالات کرتا ہوا اپنی نفسی یا ذہنی بیداری کا بین ثبوت نہ دے۔

(۱۰) ہمیشہ بچوں کی یہ خواہش رہا کرتی ہے کہ سبق کے متعلق ساری باتیں جو اُستاد کو معلوم ہوں یا جن کو وہ غور و فکر سے دریافت کر سکتا ہو۔ اُستاد ہی کہہ دیا کرے تو بہتر ہو۔ اس قسم کی خواہش کو روک دیا کرو۔ اگر تم تشریحاً یا توضیحاً کچھ کہہ بھی دو تو خوب خیال رکھو کہ اس سے نئے نئے تازہ سوالات پیدا ہو جائیں۔

(۱۱) جب تمہیں یہ یقین ہو جائے کہ لڑکا پوری تن دہی کے ساتھ اپنے سبق پر متوجہ ہے تو کسی سوال کے بعد اُس کو غور و فکر کرنے کا کافی موقع دو۔ اور گھبراہٹ۔ پریشانی۔ اور توہم کے وقت سوالات کرنے کے لئے اُن کی حوصلہ افزائی کیا کرو۔

(۱۲) بچوں کے سوالات کرتے ہی فوراً جوابات نہ دے دیا کرو۔ بلکہ اُن کو دُہرا دیا کرو۔ تاکہ اُن کی اہمیت اور وسعت

زیادہ ہو۔ اور اکثر ایسے سوالات کے جوابات نئے سوالات کے ذریعہ دیا کرو۔ تاکہ بچون مین گہرے طور پہ غور و فکر کرنے کی قابلیت پیدا ہونے لگے۔

(13) بچون کو تاکید کرو کہ وہ نامعلوم باتئے واقعات۔ یا قوانین کوشش کر ہمیشہ یون دریافت کیا کرین :۔

کیا۔ کیون۔ اور کس طرح۔ فلان کیا واقعہ ہے۔

یا فلاں واقعہ کیون پیش آیا۔ یا فلاں واقعہ کس طرح پیش آیا۔ وغیرہ۔

تاکہ وہ اپنے پڑہے ہوئے واقعہ۔ یا اصُول کی اصلیت۔ وجہ۔ اور طریقہ سے بخوبی واقف ہو جائین۔ اُن کو ایسے سوالات کرنے کا موقع بہی دو :۔

کہان۔ کب۔ کس سے۔ اور کیا ہوا۔

تاکہ وہ واقعات کے مقام۔ وقت۔ کارکن۔ اور نتائج سے آگاہ ہو جائین۔

(14) تفہیم و تشریح ایسی بہی مکمل نہ ہو جائے کہ پہر بچون کو مزید غور و فکر کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ بلکہ چند باتین ایسی بہی باقی رہ جائین جو بچون کے غور و فکر اور کوششون کو متحرک کرے اور اُبہار دے۔

اس قانون کی خلاف ورزیان اور غلطیان

بہت سے اساتذہ ان قواعد کے خلاف عمل کر کے ساری عقل کی

دلچسپی کو کھو دیتے ہیں اور ساتھ ہی متعجب بھی ہو جاتے ہیں کہ کیوں بچے
و سبق سے دلچسپی نہیں ہوئی۔

(۱) اس قانون کی عظیم الشان خلاف ورزی جو ہمیشہ عمل میں آیا کرتی
ہے۔ وہ یہ ہے کہ سبق کے متعلق ساری باتیں کہدی جاتی ہیں اور ان
توں کو بچوں کے ذہن میں زبردستی سے داخل کرنے کی کوشش کی جاتی
ہے۔ اس قسم کے اساتذہ بار ہا یوں کہا کرتے ہیں" میں نے یہ بات
نہیں بیسیوں مرتبہ کہی ہے پھر بھی تم نہیں جانتے" لیکن ایسے اساتذہ
و یاد رکھنا چاہئے کہ جاننا یا معلوم کرنا غور و فکر کا نتیجہ ہے نہ کہ باتوں
ے سن لینے کا۔

(۲) لڑکوں کے حافظے کے متعلق ایک اور غلط شکایت یہ بھی کی جاتی
ہے کہ انھیں سکھلائی ہوئی باتیں یاد نہیں ہوتیں۔ باتیں یاد کیسے ہونگی
جن کی رسائی ذہن تک بخوبی ہونے ہی نہ پاتی ہو۔ واقعات یا
صول یاد رکھنے کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ وقت مقررہ پر اُن
پر توجہ مجتمع کی جائے اور یاد رکھنے کے لئے کوشش شعوری عمل میں
لائی جائے۔

(۳) اس قانون کی تیسری خلاف ورزی یہ ہے کہ اساتذہ نہایت
شتابی کے ساتھ درسی کتاب کے خاص الفاظ میں طلبار سے جوابات
حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور سوال کرنے کے بعد بچوں کو غور
کرنے کا موقع بھی نہیں دیتے۔ اگر لڑکا پس و پیش کرے اور خیالات
کی کمی یا بظاہر حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے کچھ کہتا کہتا رُک جائے
تو سمجھ لو کہ یہ تمھاری روز گزشتہ کی تعلیمی غلطی ہے جو آج نمودار
ہوئی ہے۔ اگر متعلم غور و فکر کرکے تاخیر کے ساتھ جواب دیتا جائے
یا مضمون کی اصلی دقت کی وجہ سے اس کو دیر سے جواب دینا پڑے
تو مزید غور و فکر کے لئے کافی وقت دیا جانا ضروری ہے۔ اور اگر کافی
وقت میسر نہ ہو تو متعلم کو کسی اور وقت پہ اسکے غور و فکر سے جواب

دینے کے لیئے کہا جائے اساتذہ کا اس طرح بچوں کو غور و فکر کرنے کا موقع نہ دینا اور شتابی کے ساتھ اسباق پورے کر دینا ہی ہماری موجودہ پست۔ سطحی اور بیکار تعلیم کا موجب ہے ہمارے اسباق کے اصل مضمون پر کافی دستگاہ حاصل کرنے کے عوض ہم صرف اسباق کے الفاظ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ جماعت میں نوٹ دُھرا سکیں

اگر اس تعلیمی قانون پر خاطر خواہ عمل کیا جائے تو کیسے خوشگوار نتائج نمایاں نہ ہوں گے؟ ذاتی مستعدی اور پھرتی متحرک ہو کر راہ راست پر عمل کرنے لگ جائے گی اور جماعت کا کمرہ ان قوتوں کی وجہ سے ایک علمی ورک شاپ بن جائے گا۔ طلبا غور و فکر کرنے والے اور نئے حقائق کے جاننے والے بن جائیں گے۔ وہ بڑے بڑے اہم مسائل پر دسترس حاصل کرلیں گے۔ اور زندگی کے اہم اور دشوار مسائل کو غور و فکر اور گزشتہ معلومات کی مدد سے حل کر لیا کریں گے۔ وہ علمی سمندر میں غوطہ مار کر نئے نئے دُرِ گوہر بار نکال لائیں گے۔ وہ نئے علمی ممالک کو تسخیر کریں گے۔ اُستاد صرف ان کی رہبری کرتا رہے گا۔ ان کی ابتدائی جانچ یا تحقیقات یا اُن کا ابتدائی حملہ ہی فتح و نصرت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ علم و ہنر ساتھ ساتھ ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اس طریقہ سے طلباء یہ بھی دریافت کرلیں گے کہ اُن کے ذہن کس کام کے لئے موزوں واقع ہوے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی عمر بھر کے لیئے طالب العلم ہی بنے رہیں گے۔

باب ہفتم

قانون اکتساب علم

۱ - اب ہم اُستاد کو چھوڑ کر متعلم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - گزشتہ ابواب میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ اُستاد کا کام صرف یہی ہے کہ وہ طلبار کی ذاتی پھرتی اور مستعدی کو حرکت میں لاوے۔ اب ہم یہ جاننا۔ چاہتے ہیں کہ طلبا اپنی ذاتی پھرتی اور مستعدی کو کس طرح اچھے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ بادی النظر میں قانونِ تعلیم اور قانون اکتساب علم دونوں شاید ایک ہی قانون کے دو رخ دکھائی دیں لیکن در اصل یہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل علحدہ ہیں۔ ایک قانون - استاد کے کام سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا اس شخص سے تعلق رکھتا ہے۔ جو علم حاصل کرنے والا ہے۔ قانون تعلیم اُن ذرایع پر بحث کرتا ہے جن کی تائید سے بچوں کا ذہن بیدار کر دیا جا سکتا اور اُن کو خود بخود کام کرنے پر راغب کر دیا جا سکتا ہے قانون اکتساب علم بچوں کی پھرتی اور مستعدی کو کام میں لانے کے طریقوں پر بحث کرتا ہے

۲ - اگر ہم کسی لڑکے کو پڑھتا ہوا دیکھیں اور اس بات پر خوب نظر کریں کہ وہ کیا کرتا ہے تو ہم کو آسانی سے یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ کام صرف توجہ کا نتیجہ نہیں اور نہ لڑکا اپنی طاقتوں کو کسی موہوم اور بے سود کام پر ضایع کر رہا ہے بلکہ یہ ایک صاف اور مقررہ کام ہے جو ہم متعلم سے انجام دلوانا چاہتے ہیں۔ وہ کام یہ ہے کہ لڑکا سبق کے سچے خیالات - واقعات اور اصول کو اپنی ذاتی

طاقتوں سے کام لیکر اپنے ذہن نشین کرنے معلم اور متعلم دونوں کی ساری کوششیں صرف اسی مقصد کی تکمیل پر صرف ہونی لازمی ہیں۔ پس قانون تحصیل علم ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ متعلم کو چاہیئے کہ وہ اپنے ذہن میں ان حقایق کی تصویر کھینچنے کی کوشش کرے جن کو وہ جاننا چاہتا ہے۔

۳۔ پچھلے قوانین کا سارا تعلق صرف استاد سے تھا۔ لیکن اس قانون کا تعلق متعلم کی ذمہ داریوں سے ہے۔ اس قانون سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ متعلم کو تحصیل علم میں کن اُصول کی پابندی لازمی ہے۔ اور وہ کونسے امور ہیں جن کی فوری تعمیل پر اُستاد متعلم کو تاکید کرے اور دباؤ ڈالے۔ یہ قانون استاد کو یہ بتلاتا ہے کہ تعلیم کس طرح دی جائے اور متعلم کو یہ سکھلاتا ہے کہ علم کس طرح حاصل کیا جائے۔

اس قانون کا فلسفہ

۴۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اُستاد کا مختلف معلومات کو لڑکوں کے روبرو صرف اُگل دینا کوئی تعلیم نہیں۔ اب یہ بتلانا ضروری ہے کہ تحصیل علم کے معنے یہ نہیں کہ اُستاد کے الفاظ اور خیالات ازبر یاد کر کے دُھرا دئے جائیں۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے تعلیمی ترقی کا تعلق اُستاد سے اس قدر نہیں۔ جس قدر کہ متعلم سے ہے۔ یہ اُصول تو پہلے ہی پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس مقام پر اس کی حقیقت اور بنیاد اور بھی مستحکم بن گئی ہے۔

۵۔ ایجادات و تحقیقات کے لئے سالہا سال کی لگاتار ان تھک تازہ اور اصلی کوششیں درکار ہوتی ہیں۔ علم سلیس اور عام فہم تفہیم و تصریح کی تائید سے حاصل ہوتا ہے۔

متعلم بھی اپنی کوشش سے بہت سے نئے حقائق دریافت کرنے سکتا ہے۔ صرف اوروں کے خیالات کو ازبر کر لینا اور دھرانا در اصل علم نہیں۔ بالکل کورانہ تقلید ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ متعلم لوگوں کے وسیع تجارب کو معلوم کر لے لیکن ان تجارب پر اپنے خاص تجربہ کی روشنی ڈال کر نئے حقایق دریافت کر لینا متعلم کا فرض منصبی ہے۔ متعلم کا مطمح نظر یہ ہونا چاہیئے کہ وہ علم کے وسیع و ناپیدا کنار سمندر میں آزادانہ طور پر غوطہ زن ہو کر نئے نئے بیش بہا معلومات کے موتی نکال لائے۔ متعلم کو کسی حالت میں بھی لوگوں کی کہی ہوئی باتوں کے سن لینے پر اکتفا نہ کرنی چاہیئے۔ متعلم کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ نئے نئے حقایق اور معلومات کو دریافت کرتا رہے اور ان کو دریافت کر لینے کے بعد ان کے متعلق ذہن میں صحیح خیالات قایم کرتا جائے۔ یہ بات بالکل ضروری ہے کہ متعلم نئی باتوں کی تحقیقات اور دریافت کرنے والا بنا ہوا رہے۔

۶۔ تعلیم حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں جن پر خوب غور کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس قانون کے مکمل اور صحیح معنے ذہن نشین ہو سکیں۔

پہلا طریقہ۔ جب متعلم کسی سبق کو صرف ازبر یاد کر لیتا۔ اور حرف بحرف دھرا دے سکتا ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس نے کا سبق یاد کر لیا ہے۔ اکثر طلباء یوں ہی پڑھا کرتے ہیں یا اسی طور پر پڑھنے پر ان۔ اساتذہ کی طرف سے مجبور کیے جاتے ہیں۔ جن کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر لڑکوں کو سبق حفظ کرا دیا گیا تو بس ان کا فرض منصبی ادا ہو گیا۔ اگر اس [illegible] کی تعلیم کے نتایج مستقل اور دیرپا ہوتے تو تعلیم بالکل سستی اور آسان بن گئی ہوتی۔

دوسرا طریقہ۔ الفاظ کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اگر متعلم ان کے معنوں سے بھی [illegible] حاصل کر لیا کرے تو یہ نمایاں ترقی ہو گی اور

یہ طریقہ بعض اساتذہ کے پاس اس قدر مفید اور مقبول ہوگیا ہے کہ وہ اپنے طلبا سے کہا کرتے ہیں کہ الفاظ کو چھوڑ دو صرف خیالات سے کام رکھو۔ یہ بھی سخت خطرناک طریقہ ہے کیونکہ موزوں الفاظ کے بغیر خیالات کی صحیح ترجمانی ناممکن ہے پس یہ نہایت ضروری ہے کہ خیالات کو بخوبی سمجھیں اوران الفاظ کو بھی یاد رکھیں جن کے ذریعہ خیالات ٹھیک طور پر ظاہر کئے گئے ہوں۔

تیسرا طریقہ یہ اور بھی بہتر ہوگا۔ اگر متعلم کسی مضمون کے خیالات کو اپنے خاص الفاظ میں اس طور پر ادا کرنے کی کوشش کرے کہ اس کے اصلی معنوں میں تفاوت نہ ہونے پائے۔ جو متعلم اس طریقہ پر کاربند ہو وہ نہ صرف کسی خاص مضمون کا ماہر بن جائے گا بلکہ وہ نئے نئے معلومات کو دریافت کرنے کی قابلیت حاصل کرتا جائے گا۔ وہ یہ سیکھ جائے گا کہ غیروں کے خیالات کو کسطرح بخوبی سمجھ سکتے اور ان کو اپنی زبان میں کس طرح بآسانی ادا کرسکتے ہیں قابل استادکو اس پہلو پر خاص طور سے نظر رکھنی چاہیئے۔ اگر لڑکے بعض اوقات اپنے خیالات کو ناقص اور ناکمل طور پر ظاہرکریں تو اُن پر یک بارگی خفا نہ ہو جائے بلکہ ہمدردی کیساتھ اُن کی حوصلہ افزائی کیجیئے تاکہ وہ اپنے خیالات کو موزوں اور مکمل طور پر ادا کرنے کے قابل بن سکیں۔

چوتھا طریقہ۔ اگر متعلم کسی اصول یا واقعہ کے متعلق اسباب و دلایل کو دریافت کرنے لگ جائے تو اس کی ترقی بدرجہا بڑھ جائے گی۔ وہ متعلم جو کسی امر پر یقین رکھتا ہو اور ساتھ ہی اپنے تیقن کے دلائل و اسباب سے بھی آگاہ ہو بہ نسبت اس متعلم کے جو صرف کسی امر پر بلا کسی دلیل کے جاننے کے یقین رکھتا ہو۔ زیادہ پرزور اور روشن خیال ہوگا۔ اصلی طالب العلم دلایل کا متلاشی رہتا ہے۔ نیچر کا مشاہدہ کرنے والے متعلم کا علم زیادہ

یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنی دریافت کردہ باتوں کو بہ دلایل ثابت کرے اس موقع پر خلیفہ مامون الرشید کی ذہانت اور اکتساب علم کی طرف غوری توجہ کرنے کے متعلق مندرجہ ذیل واقعہ معزز ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہو گا۔

بغداد کے نامور خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا مامون الرشید پانچ سال کی عمر میں بغرض تعلیم قرآن مجید کسائی نحوی کے سپرد کیا گیا۔ مامون اسی عمر میں بلا کا ذہین اور طباع تھا۔ مامون کا معلم سر جھکائے چپکا سنا کرتا تھا۔ اور مامون پڑھتا چلا جاتا تھا۔ جہاں کوئی غلطی ہوتی تھی صرف کسائی نگاہ اٹھا دیتا تھا۔ اتنا اشارہ مامون کے لئے کافی ہو جاتا تھا۔ اور وہ غلطی درست کر لیتا تھا ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ مامون کسائی کے سامنے بیٹھا قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ جب مامون ۲۸ ویں پارہ کے سورۃ صف کی اس آیت پر پہنچا جس کا ترجمہ یہ ہے "اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں"۔ تو کسائی کی نظر اٹھ گئی مامون نے حسب معمول سمجھا کہ آیت میں کوئی غلطی ہو گئی ہے چنانچہ اس نے آیت کو دھرایا لیکن اس کو کوئی غلطی نہیں ملی۔

ناظرین کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کسائی کی نظر یوں ہی اٹھ گئی ہو گی۔ مامون نے یہ سمجھا ہو گا۔ ہرگز نہیں۔ اگر مامون یہ سمجھ کر رہ جاتا۔ تو یہ کچھ اس کی ناسمجھی نہ ہوتی۔ یہ ایک معمولی بات ہے لیکن نہیں مامون کی ذہانت ایسی معمولی اور محدود نہ تھی اس نے کسائی کی نظر اٹھانے کو بے معنی نہ سمجھا اس میں اس نے معنی پایا اور ٹھیک معنی پایا۔ جب کسائی مامون کو پڑھا کر چلا گیا تو مامون سیدھا اپنے باپ ہارون کے پاس گیا اور دونوں میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

مامون۔ اگر حضور نے کسائی سے کسی قسم کا وعدہ فرمایا ہے تو اسے ایفا کیجئے۔

ہارون۔ ہاں! کسائی نے قاریوں کے لئے کچھ وظیفہ کی درخواست کی

تھی۔ جس کو منظور کیا گیا تھا۔ کیا وہ اس کے متعلق تم سے کچھ کہتا تھا؟

مامون ۔ نہیں مجھ سے کچھ نہیں کہتا تھا۔

ہارون ۔ پھر تم نے کس طرح جانا؟

مامون ۔ نے کسائی کی نگاہ اس آیت پر اٹھنے کا واقعہ بیان کیا اور کہا جب مجھ کو اپنے پڑھنے میں کوئی غلطی نہ معلوم ہوی تو میں نے سوچا کہ کسائی کے چونکنے کا کوئی سبب ضرور ہے اس میں کوئی بات ہے اس لئے میں نے حضور سے عرض کیا"

ہارون اپنے بیٹے کی اس ذہانت پر بہت خوش ہوا اور وظیفہ کی رقم عطا کردی گئی۔

نہایت کم عمر بچے بھی اگر کسی حقیقت کے اصلی وجوہات و دلائل کو سمجھ لیں تو اس حقیقت پر بخوبی قادر ہو جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ کسی پہاڑ پر چڑھنے والے کے اطراف و اکناف نئے نئے نظارے پیش نظر ہوتے جائیں گے یوں ہی دلایل کو تلاش کرنے والے متعلم کو دوران تحقیقات میں بہت سے نئے نئے معلومات سے واقفیت ہوتی جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ جس حقیقت کو دریافت کرنا چاہتا ہے۔ وہ حقایق کے دریائے ناپید اکنار کا صرف ایک قطرہ ہے۔

پانچواں طریقہ۔ تحصیل علم کی اعلیٰ اور مفید تر منزل ایک اور بھی ہے جہاں متعلم اپنے علم سے کام لینے اور مستفید ہونے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔ بے سود ہے۔ وہ سبق اور بیکار ہے وہ علم جس کا تعلق نیچر اور زندگی کی کل کے ساتھ نہ ہو۔ ہر ایک حقیقت ہماری زندگی سے تعلق رکھتی ہے اور ہر ایک اصول سے جداگانہ کام نکلتے ہیں۔ اور جب تک یہ باتیں معلوم نہ ہوں سارے حقایق اور اصول محض بیکار اور فضول ہیں۔ حقایق کے عملی تعلقات اور واقعات کے اسباب اس وقت تک

بخوبی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ جب تک کہ ہم اپنے معلومات کو زندگی کے کسی عملی پہلو سے چسپاں نہ کر سکیں۔ وہ لڑکا جو اپنے پڑھے ہوئے سبق سے حاصل ہونے والے فواید کو جان لیتا ہے تحصیل علم میں بہ نسبت دیگر لڑکوں کے بدرجہا زیادہ دلچسپی رکھتا اور مدرسہ کی کارروائیوں میں زیادہ کامیاب رہتا ہے وہی علم جس کو دوسرے طلبا بے کار تصور کرتے ہیں اس متعلم کو دین و دنیا میں کامیاب و سرخ رو بنا دیتا ہے

۷ - تحصیل علم کبھی مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ متعلم اس آخری منزل پر نہ پہنچے دیگر مدارج متعلم کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی سمجھ کو روشن کرنے میں مدد دیتے ہیں لیکن قانون اکتساب علم کا مقصد صرف یہی ہے کہ متعلم پانچویں منزل پر پہنچ جائے اور صرف اسی مقصد و مدعا کی تکمیل کے لئے معلم اور متعلم دونوں کو مستقل طور پر کوشش کرنی لازمی ہے۔

۸ - شوقین اور سرگرم متعلم ان مدارج کے ذریعہ اپنے کام کی ترقی پر بخوبی نظر کر سکتا ہے وہ یہ سوالات کر سکتا ہے۔ سبق کیا کہتا ہے اس کے کیا معنے ہیں ان معنوں کو میں اپنی زبان میں کس طرح ادا کر سکتا ہوں۔ کیا میں سبق کی باتوں پہ یقین رکھتا ہوں اور کیوں ان سے کیا فائدہ ہوگا میں ان سے کس طرح کام لے کر مستفید ہو سکتا ہوں۔

۹ - یہ سچ ہے کہ بہت سے اسباق اس وسیع النظری کے ساتھ انجام نہیں پاتے لیکن اس سے قانون کی اس حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں پیدا ہو سکتا۔ تحصیل علم اسی کا نام ہے کہ متعلم اس علم کے جملہ نکات راز اور فوائد سے بخوبی آگاہ ہو اور اس علم سے عملی طور پر مستفید ہونے کی قابلیت پیدا کر لے۔

اس قانون کا تعین

۱۰ - تحصیل علم کے اس قانون کے دو تعینات پر ہم کو غور کرنا چاہیئے۔ پہلا تعین یہ ہے کہ ہم کو متعلم کی عمر کا لحاظ رکھنا ضرور ہے - یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ننھے بچوں کی ذہنی کارروائیاں زیادہ تر ان کے حواس سے تعلق رکھتی ہیں۔ کسی سبق کے متعلق اُن کے معلومات صرف اُن باتوں سے وابستہ ہوں گے جو اُن کی آنکھوں کو نظر آئیں یا جن سے ان کے دیگر حواس پر اثر پڑے کچھ عرصہ کے بعد بچوں کی مستعدی۔ پھرتی اور تیزی سے کوئی اور مفید کام لے سکتے ؛ اور ان کو تربیت کر سکتے ہیں جوں جوں بچے جوان ہوتے جائیں گے۔ وہ زیادہ تر اسباب اور دلایل پر غور کرنے لگیں گے اور اُن کے لیئے زیادہ دلچسپ اور مفید وہی اسباق ہونگے جو دلایل کے ساتھ ساتھ نتائج کو بھی ظاہر کریں گے

دوسرا تعین انسانی معلومات کے مختلف شاخوں سے تعلق ہے۔ علم کی ہر ایک شاخ مختلف دلایل اور فواید پر مبنی ہے اسلیئے ان حالات کا لحاظ رکھتے ہوے اس قانون سے کام لینا چاہیئے۔ لایق استاد ان اختلافات کو دریافت کرلے سکتا اور ان پر قابو حاصل کرنے کے ذرایع نکال سکتا ہے۔

۱۱ - ماہر فن کرسی جو بچوں کا بڑا ہمدرد و ہمدم تھا آج بڑا ماہر تعلیم مانا جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے اپنی ساری زندگی میں بچوں کے حالات کے مشاہدے سے مجھے یہ ثابت ہوگیا

" ہر ایک بچے کی زندگی کے چند منازل ہوا کرتے ہیں اور ہر ایک منزل میں بچہ نئے نئے اور اہم تریں سوالات کرتا جاتا ہے جو اسکے اندرون نفس سے ظہور میں آتے ہیں۔ تعلقات اور گفتگو کے ساتھ بات کرنے

کی منزل سے گذر جانے کے بعد جب بچہ باتیں کرنے لگ جاتا ہے تو وہ سوالات کی منزل میں قدم رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک نظارے کو دیکھ کر سوال کرتا ہے کہ یہ کیا ہے۔ اس کے جواب میں اگر ہم اس چیز کا نام کہدیں تو اس کی بخوبی تشفی ہو جاتی ہے اور وہ اس سے زیادہ جاننے کی خواہش نہیں کرتا۔ چند مہینوں کے بعد ایک وہ نئی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ جس میں بچہ اپنا پہلا سوال ایک اور نئے سوال کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ **اس میں کیا ہے؟** یہ سوالات میرے لئے نہایت دلچسپ تھے ان پر نہایت غور و فکر کرنے کے بعد مجھے یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ غور و فکر کرنے کے صحیح طریقے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں" گردسی کے سوالات زیادہ تر بچوں کی نشو و نما اور تعلیم کے ابتدائی منازل سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیگر منازل اپنے ساتھ نئے نئے سوالات لیتے آئیں گے۔

اساتذہ اور متعلمین کیلئے چند عملی قواعد

اسی قانون سے برآمد ہونے والے قواعد معلم اور متعلم دونوں کے لئے مفید ہیں۔

(۱) متعلم کی اس طور پر تائید کرو کہ وہ اپنے کام کے متعلق صحیح اور صاف راستہ دریافت کر سکے۔

(۲) اس کو خبردار کردو کہ سبق کے الفاظ نہایت احتیاط سے انتخاب کئے گئے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ کوئی خاص انوکھے معنوں میں استعمال کئے گئے ہوں جن کا دریافت کرنا نہایت مفید اور اہم ہو گا۔

(۳) متعلم پر ظاہر کردو کہ سبق کی باتوں میں ظاہری معنوں کے سوا بہت سی اور نئی نئی باتیں بھی پوشیدہ ہیں۔

(۴) متعلم سے کہو کہ وہ سبق کے مطلب کو اپنے خاص الفاظ

یں اد کرے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے سبق کے اصلی معنوں کو کہاں تک سمجھا ہے اور جب تک وہ سبق کے سارے خیالات کو صحیح طور پر ظاہر نہ کر سکے۔ اس کو کوشش کرنے دو۔

(۵) جب متعلم کوئی خیال ظاہر کرے تو ہمیشہ یہ سوال کرتے رہو کہ یہ کیوں اور کس لیئے ہوا۔ تاکہ یہ بات متعلم کے ذہن میں بخوبی جانشیں ہو جائے کہ اس کی یقین کردہ باتوں کے لیئے ثبوت اور دلایل بھی پیش کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن اس کو یہ معلوم کر لینے کا کافی موقع دو کہ مختلف علوم کے حقایق مختلف اسباب اور دلایل پر مبنی ہوا کرتے ہیں۔

(۶) اس مقصد کو ہمیشہ مدِ نظر رکھو کہ متعلم ایک ایسا آزاد محقق ہے جو قدرت کے مشاہدوں سے حقایق پر دستگاہ حاصل کیا کرے۔ متعلم میں دریافت و تحقیقات کی عادت کو ترقی دو۔

(۷) متعلم کی اس طرح تائید کرو کہ وہ اپنے خیالات کو حتی الامکان حقیقت کی روشنی میں دیکھا کرے۔

(۸) ہمیشہ اس کوشش میں رہو کہ بچوں کو صداقت سے دلی محبت اور انس پیدا ہو جائے اور وہ یہ سمجھنے لگ جائیں کہ واقعی دنیا میں صداقت ہی نہایت اعلیٰ اور پائدار چیز ہے

(۹) متعلم کو آگاہ کر دو کہ بناوٹ اور کج بحثی سے ہمیشہ متنفر رہے۔

خلاف ورزیاں اور غلطیاں

اکثر مدارس میں اس قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اس کے خطرناک

نتایج روز مرہ نظر آیا کرتے ہیں۔ چونکہ تحصیل علم ہی مدرسہ کی ساری کارروائیوں کی روح رواں ہے اس لئے اس میں ناکامیاب ہونا ہی سارے دیگر کارروائیوں میں ناکامیاب ہونا تصور کیا جائے گا۔ باوجود بچوں کے روبرو علم کو نہایت دلکش طریقوں اور دل فریب پیرایوں میں پیش کش کرنے کے اور استاد کی طرف سے ہدایات اور نئے نئے خیالات کا لگاتار بیان ہونے کے اور باوجود اسباق بھی نہایت موثر پیرایہ میں تادیب اور ترغیب کے ذریعہ یاد کرادئے جانے کے ان تمام سے کچھ نمایاں فائدہ نہ ہوگا۔ جب تک کہ اس قانون پر عمل نہ کیا جائے۔

بعض عام غلطیاں یہ ہیں

(۱) بچوں کو صاف اور واضح طور پر غور و فکر کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا اس لئے ان کے خیالات سبق کے متعلق نہایت دھندلے اور ناتمام ہوتے ہیں سبق کو جلد جلد ختم کر دینے کی کوشش بچوں کو سبق کے سمجھنے میں حائل ہوتی ہے۔

(۲) درسی کتاب کی زبان پر اس قدر زور دیا جاتا ہے کہ متعلم کو اپنی قوت بیانیہ سے کام لینے کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑتی پس متعلم کو گویا یہ سکھلایا جاتا ہے کہ لے دے کے نہایت ضروری چیز ہیں تو الفاظ ہیں۔ اور معنے کوئی چیز نہیں۔ اکثر اوقات طلبا اقلیدس کے مسئلوں کے حل ازبر یاد کر لیا کرتے ہیں۔ لیکن انکو کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ۔ دراصل ان کے کچھ معنے بھی ہیں یا نہیں۔

(۳) ہمارے مدارس کی عام طور پر یہ بڑی غلطی ہے کہ بچوں کو

بذات خود غور و فکر کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔

(۴) اکثر اوقات مضامین سبق کے متعلق کوئی دلیل یا ثبوت دریافت نہیں کیا جاتا۔ اور نہ کوئی پیش کیا جاتا ہے۔ لڑکا سبق کی باتوں پر اسی وجہ سے یقین کر لیتا ہے کہ یہ باتیں کتاب میں درج ہیں یا استاد صاحب نے کہی ہیں۔

(۵) سبق کے عملی پہلو عمداً نظر انداز کردئے جاتے ہیں سارا سبق پڑھ چکنے کے بعد بھی بچے یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ یہ سبق کس مرض کی دوا ہے۔

باب ہشتم

قانون نظر ثانی اور اعادہ

۱ فرض کر لیجئے کہ اب تعلیمی کارروائی ختم ہو چکی۔ معلم اور متعلموں نے جمع ہو کر اپنے کام انجام دئے۔ مطالب سے بھری ہوی زبان توضیحات کے ساتھ استعمال کی گئی اور سمجھی بھی جا چکی۔ متعلمین کے دماغ میں ایسے مکمل یا ادہوری معلومات فراہم کر دی گئیں۔ جو خیالات کے لیے غذا بہم پہنچانے کا موجب بن سکیں اور چال چلن کو درست کر کے عمدہ عادات پیدا کر سکیں اب پھر کس چیز کی ضرورت ہے؟ معلم کا فرض یہاں پر ختم ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن ابھی ایک نہایت اہم کام باقی ہے۔ اب تک جو کچھ کہ کہا یا دکھلایا گیا ہے وہ سب بچوں کے دماغ میں بے کار پڑا ہوا ہے۔ جس سے بچوں کو کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوا۔ اور نہ ان معلومات پر وہ اچھی طرح قابض ہیں بمصداق

ؔ علم چنداں کہ بیشتر خوانی ٭ چوں عمل در تو نیست نادانی

بچوں کے دماغ میں چند معلومات زبردستی داخل کر دی گئی ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کس مرض کی دوا ہیں۔ آؤ اب ہم غور کریں کہ کس طرح ان بے کار اور مردہ معلومات سے بچوں کو عملی طور پر فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ہم کس طریقے سے ان معلومات کو مستقل نصب العین اور عملی زندگی میں منتقل کر سکتے ہیں۔ اس آخری کارروائی کے لئے ہی تعلیم کا ساتواں قانون بنایا گیا ہے

تعلیم مستقل بنانے اور اس کو پختہ کرنے کا یہ قانون ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

"تعلیم کی تکمیل۔ آزمایش اور پائیداری نظر ثانی اور اعادہ کے ذریعہ کی جائے"۔

۲ اس قانون میں نظر ثانی کے تین اہم مقاصد موجود ہیں (۱) معلومات کو مکمل کرنا (۲) معلومات کو مستقل کرنا (۳) ان معلومات کو بر وقت مفید کام میں لانا۔ بظاہر یہ تین مقاصد مختلف نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ سبھی مذکورۂ بالا ایک ہی قانون کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس قانون کی اہمیت اور فوائد چنداں تعریف کے محتاج نہیں۔ نظر ثانی کرنے کے لئے سلسلۂ تعلیم میں جو وقت صرف کیا جائے وہ سب سے اچھا ہے۔ زیادہ لائق اور کامیاب معلم وہی ہے جو اپنے طلبا سے نظر ثانی کے وقت ایسے خیالات حاصل کر سکے جو بالکل نکمل اور دلچسپ ہوں۔

اس قانون کا فلسفہ

۳۔ نظر ثانی کرنا دھرانے سے بڑھکر ہے۔ ایک مشین یوں تو چکریں مار سکتی ہے لیکن صرف ایک ذہین کارکن ہی اس کے گھومنے کے درست یا معیوب انداز کو پہچان سکتا ہے۔ ان چکروں میں جو مشین دوبارہ مارے اور پہلی چکروں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لفظ کے ذریعہ دھرائے جانے کے معنے ایک خیال پر دوبارہ غور کرنے کے ہیں پس یہ ضروری طور پر نظر ثانی ہی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اس میں تازہ خیالات اور نئے سلسلوں سے کام لینا پڑتا ہے جس کی وجہ سے استعداد میں قوت اور دیگر اہم باتوں کے سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

۴ - نظر ثانی مختلف طور پر کی جاتی ہے۔ الفاظ کا بے سمجھے بوجھے طور پر دُھرانا جلدی کے ساتھ کتاب کے کسی جملہ پر نظر ڈالنا بھی نظر ثانی ہے۔ اور سارے علمی قطعہ کی نہایت غور خوض کے ساتھ پیمایش کرنا بھی نظر ثانی ہے۔ نہایت ہی سادہ نظر ثانی صرف تکرار الفاظ ہوا کرتی ہے۔ لیکن آخری اور مکمل نظر ثانی اسباق کے ہر پہلو پر بخوبی روشنی ڈالنے کا نام ہے۔

۵ - یک طرفہ نظر ثانی یوں تو صرف ایک ہی سبق یا کسی مضمون کے ایک عنوان پر کی جا سکتی ہے جس سے کسی ایک دفعہ یا اُصول پر روشنی پڑ سکے۔ مثلاً کسی واقعہ کا یاد کرنا۔ یا کسی اہم سوال کی تہ کو پہنچنا۔ چند عام سوالات کے ذریعہ علمی قطعہ کے کچھ حصے پر یا کل قطعہ پر آخری اور مکمل طور پر بھی نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔ ہر قسم کی نظر ثانی کا ایک ایک موقع اور فائدہ ہے اس بحث میں ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ کوئی تعلیم اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُس پر اُستاذ کی رہبری میں یا بذات خود نظر ثانی نہ کر لی جائے۔

۶ - پہلے پہل نیا سبق یا تازہ بحث کے اسرار اور رموز از خود ظاہر نہیں ہو جاتے۔ پہلے پہل باتوں پر زیادہ توجہ ہی نہیں کیجاتی مثلاً جب کبھی ہم ایک نئے گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ہمیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مختلف کمرے کدھر ہیں ہماری نظر ادھر اُدھر کی آرایشی چیزوں یا فرنیچر پر جا پڑتی ہے۔ جب تک ہم اس گھر کو جا کر بار بار معاینہ نہ کریں ہم اس کا خاکہ نہ لے سکیں گے اور نہ یہ معلوم کر سکیں گے کہ کونسے کمرے کس کام کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ پس ہمیں چاہئے کہ بار بار ایک سبق کی طرف متوجہ ہوتے جائیں تاکہ اس سبق کے تمام چھوٹے بڑے امور پر ہمیں کافی روشنی ڈالنے اور سبق کے جملہ نکات

کو بخوبی سمجھنے کا موقع حاصل ہو۔ یہ تو ہم سبھی جانتے ہیں کہ کسی پڑھی ہوئی پرانی کتاب کے دوبارہ پڑھنے سے ہمیں کتنی نئی باتیں اور نئی قسم کی دلچسپیاں حاصل ہوا کرتی ہیں۔

۷۔ جن کتب کو ہم نہایت تحقیقات کے پڑھ چکے ہیں ان کو پھر مطالعہ کرتے ہوئے اکثر جملوں کے نئے معانی اور مطالب ہم پر روشن ہونے لگتے ہیں جو اس سے پہلے ہمیں معلوم نہ تھے جو اصحاب ہر روز قرآن مجید بامعنی تلاوت کرتے ہیں یا تفاسیر و احادیث کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں انہیں اس بات کا بخوبی تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ ہر نئی خواندگی میں اُن پر نئے نئے راز ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے صحایف اور دیگر اعلیٰ درجے کی کتب کا بارہا بشوق دل مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مثنوی مولانا روم۔ گلستاں۔ بوستاں۔ شکپیر وغیرہ جتنی مرتبہ پڑھو گے۔ علمی پیاس اور تحقیقات کا شوق اور بھی بڑھنے لگیگا۔ اور ہر وقت نئی نئی باتیں معلوم ہونے لگینگی پس اگر باقاعدہ ٹھیک طور پر سبق کی نظر ثانی کی جائے تو اس سے طلبار کی معلومات میں قابل قدر مزید اضافہ ہوتا ہے۔

۸۔ نظر ثانی ایک ہی وقت پر نہیں کردی جاسکتی۔ کئے دن اور کئے ہفتوں میں پوری نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔ جس کی وجہ سے خیالات میں تازگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ ہر ایک نظر ثانی کے موقع پر ہم سبق پر مختلف زاویوں سے نگاہ ڈالتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مضمون زیر مطالعہ کے واقعات سے نئی تخلیاں اور راز ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ پہلے مطالعہ میں جو حقایق پوشیدہ رہ گئے تھے وہ نظر ثانی کی روشنی میں بخوبی نظر آنے لگتے ہیں۔ جب کوئی شخص پہاڑ پر مختلف مقامات سے بارہا بارہا چڑھنے لگتا ہے تو ہر بار اس کو

ایک ہی نظارہ دکھائی دیگا۔ لیکن مشاہدہ کرنے والے کا زاویہ نگاہ ہر وقت بدلا ہوا ہوگا۔ جس کی وجہ سے ایک ہی نظارہ نئے نئے انداز سے نظر آئے گا۔

۹ - نفس انسانی صرف ایک ہی کوشش سے معلومات سے بہرہ ور نہیں ہو جاتا۔ اس میں ایک قسم کا مادہ ایسا بھی موجود ہے جس کی بدولت اکثر اوقات چیزیں ایجاد و اختراع کی جاتی ہیں۔ یوں ہی ہمارا نفس متواتر مطالعہ سے ہمیشہ نئے نئے خیالات پر پہنچکر نئے نئے حقایق کو دریافت کرتا رہتا ہے۔ نئے تجربے یا نئے خیالات پچھلی معلومات پر توضیح و تشریح کی روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۰ - کسی بات کو ٹھیک طور پر ذہن نشین کرنے کے لیئے اسی کا بار بار دُھراتا نہایت ہی ضروری اور مفید ہے۔ حافظہ ایتلاف تصورات پر منحصر ہے یعنے ہمارے ذہن میں جو تصور موجود ہے وہی تصور اسی قسم کے دیگر تصورات کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ہر ایک نظر ثانی یا ریویو سے نہ صرف نئے نئے تعلقات مستقل ہوتے ہیں۔ بلکہ قدیم تصورات بھی مستحکم بنجاتے ہیں۔ جو سبق صرف ایک ہی۔ مرتبہ پڑھا گیا ہو وہ کبھی یاد نہیں رہتا گویا یہ سبق صرف بھول جانے کی غرض سے پڑھا گیا ہو اور جس کے معانی و مطالب پر بار بار غور و خوض کیا گیا ہو وہ ہمارے ذہن نشین ہوکر ہماری معلومات کا ایک کار آمد حصہ بن جاتا ہے۔ سبق وہ نہیں ہے جو متعلم ایک مرتبہ پڑھکر طوطے کی طرح دھرادے بلکہ سبق وہ ہے جو متعلم ہمیشہ یاد رکھے اور بر موقع اس سے فایدہ حاصل کرے۔

۱۱ - تحصیل علم کا اصل مدعا یہ نہیں کہ چند ضروری و غیر ضروری باتیں یاد کرلی جائیں بلکہ تعلیم کا اصل مقصد یہ ہے

کہ ہم علم سے ایسا کام لے سکیں جیسا کہ ایک ایک صناع حسب ضرورت اپنے تیز ہتھیاروں سے یا کوئی دولتمند اپنے مبلغ سے کام لیتا ہے۔ صرف ایک وقت کے مطالعہ سے معلومات حاصل نہیں ہو جاتیں اور نہ وہ بروقت یاد کی جا سکتی ہیں۔ متواتر پڑھنے اور غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کرنے سے ہم دولت علم پر اچھی طرح قابض ہو سکتے اور بر وقت ضرورت اس دولت سے فوڑا کام لے سکتے ہیں۔ دستکاری اور علمیت دونوں میں کمال موجود ہے تحصیل کمال عادت پر موقوف ہے اور عادت صرف تکرار اعمال یعنے ایک ہی کام کو بار بار کرنے کا نتیجہ ہے۔

۱۲ - ہمارے عادات و اطوار کے بنانے میں وہی حقایق تائید کرتے ہیں جو تکرار اعمال سے بخوبی ہمارے ذہن نشین ہو چکے ہیں۔ اگر ایک ننھا سا بچہ کسی سخت زمین پر آہستہ آہستہ چلے تو اس سے راستہ نہیں بن جاتا بلکہ جس زمین پر لوگ ہمیشہ چلتے رہتے ہیں اس پر راستہ بن سکتا ہے یوں ہی اگر ہم کسی خاص حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں یا معلومہ حقایق کے زیر اصول ہم اپنی زندگی بسر کرنا چاہیں تو ہمیں ضروری ہے کہ اس حقیقت پر بار بار نظر ڈالیں یہاں تک کہ وہ ہماری خمیر میں گھل مل جائے اور ہمارے ہر ایک ارادے اور ہر ایک کام سے یہی صداقت مستقل طور پر ظاہر ہونے لگے۔ عبادت اور نماز کا فلسفہ بھی یہی ہے۔

۱۳ - ان تمام امور کو مد نظر رکھتے ہوئے ریویو ایک ایسی چیز نہیں ہو سکتی۔ جس سے قلت وقت کی وجہ سے کبھی دست بردار بھی ہو جا سکیں۔ ریویو ہر قسم کی صحیح تعلیم کا

ایک جز ولاینفک ہے۔ ریویو نہ کرنا کیا ہے کام کو ادھورا چھوڑ دینا ہے۔ ریویو کا کام قانون نفس سے تعلق رکھتا ہے ریویو صرف ریویو کرنے کی غرض سے نہ کیا جائے بلکہ اس مدعا کو مدنظر رکھکر کیا جائے کہ اس سے حسب دل خواہ فائدہ حاصل ہو سکے۔ کوئی سبق اس وقت تک مکمل اور مفید نہیں بن سکتا ہے۔ جب تک کہ اُس پر باقاعدہ مفصل طور پر ریویو نہ کیا جائے۔

۱۴ - ریویو کا طرز متعلم کی عمر اور استعداد کے مطابق ہو۔ نہایت ہی کم عمر بچوں کے لئے جو ریویو کیا جائے وہ صرف سبق کا دھرایا جانا ہو سکتا ہے۔ پختہ عمر کے متعلمین کے اسباق پر جو ریویو کیا جائے گا وہ سبق کے ہر پہلو پر مزید روشنی ڈالنے والا اور نئے حقایق کو متعلمین کے ذہن نشیں کرنے والا ہوگا۔

۱۵ حساب کے ایک اُصول پر نظر ثانی نئے نئے سوالات کے حل کرنے سے کی جا سکتی ہے جو اُس اُصول کے ماتحت ہوں۔ سائنس کے اُصول پر نظر ثانی نئے نئے نمونوں کے بغور مطالعہ یا ان پر تفصیلی نظر ڈالنے سے کی جا سکتی ہے۔ تاریخ کے ایک باب پر دیگر مصنفین کے خیالات سے مقابلہ کرتے ہوے تازہ سوالات کے ذریعہ نئے معلومات فراہم کرتے ہوے ریویو کیا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم کے حقایق پر ہماری دلی جذبات ضمیر اور روز مرہ زندگی کے واقعات کے مطابق ہم پر ہویدا ہوا کرتے ہیں۔ قرآن حکیم کی آیات کے معانی و مطالب پر جوں جوں غور و خوض اور نظر ثانی ہوا کرے گی۔ نئے نئے حقایق اور قدرتی راز افشا ہوا کریں گے۔ قرآن مجید کے احکام اور دیگر آیات کے معانی

و مطالب پر مستقل طور پر غور و خوض کرتے ہوئے ہمیں اس درجہ پر پہنچ جانا چاہئے کہ ہمارا ہر خیال اور ہر کام اس آسمانی صحیفے کی ہدایت کے مطابق ہو اور ہم اپنی زندگی کی ہر ایک منزل میں اس مقدس کتاب کو اپنا چراغ ہدایت بنا سکیں۔ ریویو یا نظر ثانی کرنا اسی کا نام ہے۔

۱۵ - صرف وہی مشق ریویو کے لئے مواد فراہم کر سکتی ہے جس سے وہی اصول وابستہ ہوں جن پر ریویو کیا جانا ضروری ہو۔ بہترین اور عملی طور پر نہایت ہی مفید ریویو وہ ہے جو پڑھے ہوئے کسی واقعہ یا حقیقت کو یاد دلوائے اور اس کا عملی زندگی سے تعلق ظاہر کیا جائے۔ حقایق کو بخوبی جاننے یا ان کو یاد رکھنے کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔ یوں ہی پہاڑے بار بار پڑھ کر یاد کر لئے جا سکتے ہیں لیکن ان کے زبانی یاد رکھنے سے اس وقت تک کچھ فائدہ نہ ہوگا جب تک کہ ان پہاڑوں سے روز مرہ زندگی سے تعلق رکھنے والے معاملات میں کام نہ لیا جائے۔ ضرب الامثال۔ کہاوتیں اشعار اور مثالیں کہہ دینا بھی گویا علم سے عملی فائدہ حاصل کرنا ہے نظر ثانی اور اعادہ کا راز زندگی کے اسی عملی تعلق میں مضمر ہے۔

۱۶ - صناعوں اور کاریگروں کا فوراً اپنے کمالات کو ظاہر کر دینا بھی روزانہ کم ہی مشق اور کثرت کار پر موقوف ہے اس قسم کا ریویو ہر علم و ہنر کے شعبہ میں کیا جا سکتا ہے جبکہ پڑھا یا سیکھا ہوا علم و ہنر عملی زندگی میں کام آوے۔ نظر ثانی کرنے میں استاد کا کمال یہی ہے کہ اس طور پر سوالات کرتا جائے جس سے پڑھی ہوئی ساری باتوں کا عملی زندگی سے تعلق

ظاہر ہو جائے اور متعلم اپنے علم کے اصلی فوائد سے بخوبی آگاہ ہوکر اس سے بر وقت مستفید ہونے کے قابل بن جائے۔

۱۷ — ریویو کرتے ہوئے جہاں تک ہو سکے ہاتھوں سے زیادہ کام لیا جائے وہ ریویو اکثر غیر مکمل ہوتا ہے جس میں ہاتھوں سے کام لیا جائے۔ لیبارٹری (معمل) میں آجکل متعلمین کے بدست خود کام کرنے کے فوائد ہیکراں پر سبھوں کو زیادہ تعجب ہو رہا ہے۔

سبق میں آئے ہوئے اشخاص۔ مقامات اور کارروائیوں کی ایک فہرست تیار کرنے اور واقعات زیر بحث کو مختلف عنوان کی تحت میں درج کرنے نقشہ جات۔ پلان اور تصویریں۔ بنانے کی مشقیں ریویو کے وقت نہایت ہی مفید و موثر ثابت ہوئی ہیں۔

اساتذہ کے لئے عملی قواعد

نظرثانی کرنے کے لئے بہت سے عملی قواعد میں حسب ذیل زیادہ مفید مانے گئے ہیں۔

(۱) نظرثانی ہمیشہ سلسلہ وار کرو۔

(۲) ریویو کے لئے کچھ وقت الگ نکال رکھو۔ ہر ایک نئے سبق کو شروع کرنے سے پیشتر گزشتہ سبق پر مختصر طور پر ریویو کر دیا کرو۔

(۳) ہر ایک سبق کے آخر میں اس پر نظرثانی کر لیا کرو۔ اور دیکھو کہ کتنی زمین پر قبضہ کیا گیا ہے۔ اچھا سبق وہ ہوتا ہے جس کے اختتام پر اس کا خلاصہ بھی بیان کر دیا جائے۔ بچوں کو یہ بات معلوم رہنی چاہئے کہ سبق کے اختتام پر ان میں سے کسی ایک کو سبق کا خلاصہ

کہنا پڑے گا۔

(۴) پانچ یا چھے اسباق کے ہو چکنے پر بہتر یہی ہے کہ ان پر پھر شروع سے نظر ثانی کردو بہترین اساتذہ ہر ایک وقفہ کا ایک تہائی وقت صرف نظر ثانی پر صرف کر دیا کرتے ہیں۔ گو ان کی رفتار دھیمی ہوتی ہے لیکن ہر ایک قدم ان کا استقلال سے پڑتا جاتا ہے اور ان کے متعلمین کی طے کردہ ساری زمین انہیں کی ملکیت بن جاتی ہے۔

(۵) جب کبھی کسی پرانے سبق کی طرف اشارہ کرنے کا موقع ملے تو اس سے ضرور فائدہ حاصل کر کے پرانی معلومات کو نئی روشنی سے منور کرنا چاہئے۔

(۶) نئے سبق میں پچھلے سبق کی تمام باتوں پر ریویو کرنیکی کوشش کی جائے۔

(۷) پہلا ریویو جہاں تک ہو سکے اسی وقت کر دیا کرو جبکہ سبق پہلے بار ختم کیا گیا ہو۔

(۸) آسانی اور جلدی کے ساتھ ریویو کرنے کے لئے استاد کو چاہیئے کہ سبق کی اہم باتوں کو بخوبی ذہن نشیں کرلے تاکہ بر وقت ان سے کام لے سکے۔ اس سے استاد کو حسب موقع پچھلے اسباق پر ریویو کرتے جانے میں آسانی ہو جائے گی۔

جب طلباء یہ دیکھ لیں گے کہ ان کا سبق خود استاد صاحب یاد کرتے جا رہے ہیں تو ان کو زیادہ شوق ہوگا اور وہ اپنے اسباق بخوبی یاد کرنے اور استاد کے سوالات کے جوابات واضح طور پر دینے کی کوشش کرنے لگینگے

(۹) پرانے اسباق پر نئے سوالات۔ پرانی معلومات کے متعلق

نئی توضیحات پرانے مصدقہ امور کے نئے ثبوت اور پرانے حقایق کے نئے استعمال یہ تمام باتیں طلبا کی پچھلی معلومات میں قابل قدر اضافہ کرتی اور ان کی پچھلی معلومات سے دلچسپی بڑھا دیتی ہیں مفید ریویو کے لئے مذکورہ بالا تمام باتیں نہایت ضروری ہیں۔

(۱۰) آخری ریویو جو کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ دیا سکتا ایسا ہو جو پڑھی ہوی باتوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر روشنی میں لائے۔ یہ ریویو نہایت بسیط ہو۔ جیسا کہ دنیا کے نقشہ میں مختلف ممالک الگ الگ رنگ میں بتلائے گئے ہیں یوں ہی سبق کا ہر ایک پہلو علیحدہ علیحدہ طور پر بتلا کر اس طور پہ طلباء کے ذہن نشین کر دیا جائے جس سے وہ سبق کی تمام اہم باتوں پر بخوبی حاوی ہو جا سکیں۔

(۱۱) جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ ایسی مثالیں تلاش کرو جو سبق سے عملی تعلق رکھتی ہوں۔ ہر ایک عمدہ نئی مثال سبق پر پُر اثر ریویو کا کام کرتی ہے۔

(۱۲) ریویو کرنے کے وقت دستی کام کی اہمیت کو ہرگز نہ بھولو۔

(۱۳) گذشتہ سبق کے متعلق بچوں کو سوالات کے پوچھنے کا زیادہ موقع دو بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کرو تا کہ وہ سوالات بلاخوف وخطر پوچھنے لگیں۔ بچوں کو بار بار سوالات کرنے دو۔ ہوتے ہوتے بچے نئے نئے سوالات لے کر بر وقت مدرسے کو آنے لگ

جائیں گے اور انہیں اپنے سوالات کے جوابات شفیق استاد سے فوراً مل جانے کی وجہ سے زیادہ خوشی بھی ہوگی۔

ان قواعد کی خلاف ورزیاں اور غلطیاں

تعلیم کے اس قانون کی اکثر اوقات جو خلاف ورزی کی جاتی ہے اس سے علی العموم سبھی بخوبی آگاہ ہیں۔ لیکن نہایت خطرناک غلطیاں صرف انہیں لوگوں کو معلوم ہیں۔ جنہوں نے اکتساب علم کی محنت اور قدر و قیمت پر بخوبی غور و خوض کیا ہو۔ ناکامی کی اصلی وجہ صرف ادھورا ریویو ہی نہیں ہے بلکہ ریویو کرنے کے اصول اور اُن کی اصلی سپرٹ سے عدم واقفیت ہی سارے سبق کی قیمت اور فائدہ پر پانی پھیر دیا کرتی ہو اگر ہم پھوٹے ہوئے گھڑے میں پانی ڈالیں تو وہ ضرور بہہ جائے گا۔ عمدہ ریویو گو فوراً گھڑے کو پانی سے نہیں بھر دیتے لیکن وہ گھڑے کے سوراخ کو بند کر دیا کرتے ہیں۔

اس قانون کی پہلی خلاف ورزی ریویو کو یک لخت چھوڑ ہی دینا ہے جو بے مایہ استاد کی نادانی کی وجہ سے عمل میں آیا کرتی ہے۔

دوسری خلاف ورزی ناکافی ریویو ہے۔ جو جلد باز اور بے تحمل استاد کی غلطی سے سرزد ہوتی ہے جو صرف یہی چاہتا ہے کہ مقررہ مدت میں کتاب کا مقررہ حصہ ختم کر دیا جائے خواہ طلبا اس کو سمجھیں یا نہ سمجھیں خواہ اس سے فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں ان باتوں سے اس کو کچھ غرض نہیں ہوتی

تیسری خلاف ورزی یہ ہے کہ ریویو کا کام تعلیمی سال کے آخری حصہ پہ اٹھا رکھا جاتا ہے جبکہ اسباق کی ساری معلومات

بن سے کا فور ہونے لگتی ہیں۔ بچوں کو اس ریویو سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ انہیں کچھ دلچسپی ہی ہوتی ہے۔ اس طرح کا ریویو صرف سبق کو دوبارہ پڑھ لینے کا کام دیتا ہے۔

چوتھی غلطی یہ ہے کہ سبق کے آخر میں صرف وہی سوالات کئے جائیں جو دوران سبق میں کر دئے گئے ہوں۔ اور اسی قسم کے ترچھے اور بے رنگ جوابات حاصل کئے جائیں جو اس سے پہلے مل چکے ہوں۔ یہ ریویو صرف برائے نام ہوا کرتا ہے۔ ریویو کے قانون اور ریویو کے فلسفہ کی ساری قوت اس امر کی متقاضی ہے کہ تازہ نقطۂ نظر سے سبق دیکھا جائے۔ پڑھے ہوئے سبق پر بالکل صفائی کے ساتھ غور و خوض کیا جائے اور اس کے عملی فوائد سے آگاہ ہو کر عملی زندگی میں کام آنے کے قابل بنا دیا جائے۔ جیسا کہ ایک مصور تصویر کھینچ دینے کے بعد اختتامی ترمیمات کے ذریعہ تصویر کو جملہ عیوب سے مبرا بنا کر خراج تحسین وصول کرتا ہے استاد کو چاہئے کہ سبق کو بھی یوں ہی نظر ثانی کیا کرے تاکہ متعلم کے دماغ میں استاد کی کوششوں سے بنائی گئی ہوئی تصویر ہر ایک قسم کے عیب سے پاک ہو۔

اختتام

ہفت قوانین تعلیم پر ہمارے مباحثے پورے ہو چکے۔ اگر ہمیں ان مباحثوں میں کامیابی ہوگئی ہو تو ہمارے ناظرین پر مندرجہ ذیل باتیں بخوبی ظاہر ہوگئی ہونگی (۱) سچا استاد وہ ہے جو معلومات پر کافی دستگاہ رکھتا ہو جو دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہو (۲) متعلم وہ ہے جس کی توجہ یکسو ہو جس کی علم سے دلچسپی بڑھ رہی ہو اور تحصیل علم کا دلی مشتاق ہو۔ (۳) ان ہر دو

کے درمیان باہمی خیالات کو پہنچانے کا سچا ذریعہ زبان ہے۔
جو بالکل صاف۔ سادہ اور صحیح معنوں میں سمجھی جاوے (۴)
سچا سبق وہ معلومات یا تجارب ہیں جو دوسرے تک پہنچائے
جائیں یہ چاروں اس ڈرامے کے ایکٹر یا شریک کہلاتے ہیں
اور ان چاروں کا مجموعی نام (۵) حقیقی تعلیمی کارروائی ہے
جس میں استاد متعلمین کی خوابیدہ پھرتی اور ذہانت کو
بیدار کرکے متحرک بنا دیتا ہے۔ (۶) طلبار کا اپنے خیالات
کو پہلے پہلے صرف بطور خاکہ اور بتدریج ایک مکمل نمونے
کی صورت میں ظاہر کرنا۔ یعنے وہ سبق جو پڑھا جانے
والا ہے (۷) حقیقی ریویو وہ ہے جس سے بچوں کا امتحان کر
لیا جائے۔ ان کی غلطیوں کی اصلاح کی جائے تاکہ تمام خیالات
مکمل کر دئے جائیں۔ پچھلی معلومات سے ان کا رشتہ جوڑ
دیا جائے۔ مشتبہ امور کو ذہن سے نکال کر ٹھیک اور واقعی
باتیں ذہن نشین کر دی جائیں۔ اور طلبار پڑھے ہوئے مضامین
سے عملی طور پر فائدہ اٹھانے کے قابل بنا دئے جائیں۔ یہ تمام
باتیں صرف نفس کے ان عظیم الشان قوانین اور حقایق کو ظاہر
کرتی ہیں۔ جن کے ذریعہ ذہن انسانی معلومات پر حاوی ہو
سکتا ہے۔ صرف ان قوانین کا معلوم کر لینا ہی کسیکو استاد
کامل نہیں بنا دیتا تا وقتیکہ ان پر مکمل عمل درآمد نہ کیا جائے

میرے ہم مشرب دوستوں سے خطاب

اے اساتذۂ کرام! جب ظلم و تشدد کا دور دورہ ہو۔ جب طعن و تشنیع کا بازار گرم ہو۔ جب صفحۂ عالم پر بد اخلاقی اور گمراہی کی تیز آندھی چل رہی ہو۔ جب غلاظت کے زہریلے سواد سے مخلوقات کے دماغ گندے اور ناپاک ہو چکے ہوں۔ جب جہل و نادانی کے آگے انسانی بصیرتیں سربسجود ہو چکی ہوں! جب فرزندانِ آدم جہاں عصیان میں مدہوش پڑے ہوں جب کفرستان ظلمت پر تباہی و بربادی کی گھٹا چھائی ہو۔ تو تم ہی ہو۔ کہ اپنے نور ایمان۔ لطافت گفتار طہارت کردار۔ حسن خلق۔ نوا ہائے اخوت ریز اور ذہن تعقل خیز سے ایسے بدنما منظر کو گلزار ارم بنا دیتے ہو۔ یہی تمہارا کام ہے۔ یہی تمہارا فرض اولین ہے۔ تم اس مادر گیتی میں انسانی زندگی کے ٹمٹماتے چراغ کو روشن کرتے آئے ہو تم نیکی کے ڈوبتے سفینے کے ناخدا ہو۔ تم کفر و عصیان کے حصار استوار کو اپنی پے درپے یورشوں سے مسمار کرتے آئے ہو۔ تم ہی اسوۂ حسنہ کے مینار کو بد اعمالی کے بحر بیکراں کے تھپیڑوں سے محفوظ رکھنے والے ہو۔

جس سے تاج عروس کی زینت ہو وہ گوہر ہے تو
از پے تقدیر عالم صورت اختر ہے تو

اے اساتذۂ عظام! تم گلشن ادب کی عنادل شیریں مقال ہو۔ تمہارے جادو کے زبان سے بھٹکے ... راہ پا سکے

تمہارے باطنی نور سے لاکھوں ہستیاں منور ہوتی ہیں۔ تمہاری نغموں خیز موسیقی سے ایک عالم روحانیت کا سبق حاصل کرتا ہے تمہاری نغمہ ریزیوں سے چمنستان علم و تمدن سرسبز "ترنمستان" بن جاتا ہے۔ تمہاری تڑپا دینے والی غزل خوانی سے مجنونِ عشق پیشہ لیلائے علم کی تلاش میں بادیہ پیمائی اختیار کرتا ہے۔

دنیا تمہاری قدر نہ کرے۔ نہ سہی وہ تمہیں بھول جائے پروا نہیں۔ دنیا والوں کا ابتدائے آفرینش سے یہی رویہ رہا وہ ہر مصلح ہر مرشد، راہ رشد و ہدایت سے ایسا ہی سلوک کرتے آئے ہیں۔ تمہاری غربت و افلاس کی وجہ سے سوسائٹی تم سے اپنا منہ پھیرے تو پھیر لے۔ اس ہنگامہ زار ہستی میں کمالات کا ظہور ہمیشہ غربت و افلاس کے پردہ میں ہی ہوتا رہا ہے۔ مصائب و آلام تم پر ٹوٹیں۔ ٹوٹنے دو۔ انسانی سیرت ایسی ہی فضا میں کامل نشو و نما پاتی ہے امراء و روسا تمہیں ٹھکرائیں۔ ٹھکرانے دو۔ تمہاری قوت جاذبہ بالآخر انہیں۔ تمہارے حلقۂ غلامی میں کشاں کشاں لے آئے گی تم اپنا کام پوری تن دہی اور کامل انہماک سے کئے جاؤ تمہارا مطمح نظر ہمیشہ بلند ہونا چاہئے۔ تم ہر لمحہ عالم بالا کی طرف پرواز کرتے ہوئے نظر آؤ کبھی عالم سفلی کی طرف رغبت نہ کرنا۔ یہی تمہارا نصب العین ہے۔ یہی مقصدِ زندگی۔ تم بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد اور خدمت گذار ہو۔ تم رہبرانِ قوم ہو۔ تم مذہب و ملت کے سرتاج ہو۔ دیکھنا کہیں پاؤں کو لغزش نہ ہو جائے۔ تمہارے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی اور غفلت نمودار نہ ہونے پائے۔ ورنہ قعرِ مذلت میں گر کر دائمی لعنت خرید لوگے۔ ـــــ

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیلِ تند رُو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

اے اساتذہ ذی وقار! تم اپنی رگوں میں افلاس و غربت کی خلش محسوس کرتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ دنیا نے اہل دل نے بھوک اور برہنگی میں ہی اپنے مقاصد کی کمان کو چڑھتے ہوئے دیکھا۔ جس دن جاہ و جلال۔ دولت و ثروت تمہیں نصیب ہو گی تمہاری قوت متخیلہ اسی کے آگے سربسجود ہو جائیگی پھر تم اپنے حقیقی مقصد سے دور جا پڑو گے منعمِ حقیقی کو تم سے ابھی بڑے بڑے کام لینے ہیں۔ تمہیں میدانِ کارزار میں بڑے بڑے آزمودہ کار بہادروں کا کام بجا لانا ہے افلاس کہیں تمہارے ارادوں کو پست نہ کر دے تم کس بات سے شاکی ہو؟ تم انسانی آرزوؤں اور تمناؤں کے سمار شدہ برجوں پر ایسے درخشاں ہو جیسے شعاعِ خورشید ہزاروں پر تمہیں اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے تمہیں اپنے کام پر فخر کرنا چاہیے تم قوموں کو بنانے والے ہو تم سے مخلوقات تربیت یافتہ ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہیگی تم اپنی دھن کے پکے رہو۔ تم حسنِ عمل کی پیشانی پر وہ درخشندہ لعل ہو۔ جس کی چمک سے مخلوقِ الٰہی کے دل منور ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ کہیں ذرا سی کوتاہی سے ابدی ذلت نہ خرید لینا۔ دنیا کے اہم ترین امور میں سے سب سے زیادہ اہم امر تمہارے ہی ذمے پڑا ہے اس کی اہمیت کا پاس تم پر لازم ہے دنیا کے بہترین فرائض میں سے بہترین فرض تم پر ہی عائد ہوا ہے اس کی انجام دہی کے لیے سرتاپا کوشش درکار ہے۔

اے اساتذہ ذی شان! تم پر فضا وادیوں میں نئے پودوں

کی آبیاری پر متمکن ہو۔ اُن کو کہیں پژمردہ نہ کرو دنیا یہی تمہارے چمن آرزو کے خوش الحان طائر ثابت ہوں گے یہی تمہارے پھولوں کی مہک سے بلبل رطب اللّسان ہو کر نغمہ آرائیاں کریں گے۔ یہی تمہاری روحانیت کے اثر سے متاثر ہو کر چرخ حوادث کو سیپارہ کر دیں گے۔ یاد رکھو اگر تمہارے غنچے پورے طور سے شاداب نہ ہوئے تو باد صرصر کے جھونکے ان کی پتیاں بکھیر دیں گے۔

جب انسانی روح زنگ آلود ہو جائے گی۔ تو ان کے صیقل کرنے کے لئے دنیا تمہارے ہی در کھٹکھٹائے گی۔ تم ہی ان کی بیماری کا تیر بہدف علاج کر سکو گے۔ تم ہی ان کی کلفتوں کو ابر رحمت کے آب زلال سے دھو ڈالو گے۔ تم ہی ان کے قلوب کو توہمات کی غلاظت سے پاک کر کے مثل بلور صاف و شفاف کر دو گے۔ دیکھو تمہارا کام کس قدر عظیم الشان! تمہارا فرض کیسا جلیل القدر! کیا تم کو اس پر ناز نہیں ہے؟ پھر شکوہ و ملال کیسا؟

تم بعض دفعہ اس امر سے کپکپا اٹھتے ہو۔ کہ دنیا والے تمہیں بنظر تحسین نہیں دیکھتے۔ میں پوچھتا ہوں کہ دنیا والوں نے پیغمبروں۔ رسولوں۔ مہاتماؤں کو کب اپنی نظروں میں وقعت دی۔ پھر تم جو اُن کی خاک پا ہو۔ اور حقیقتاً انہیں کے کام کو سنبھالے ہوئے ہو۔ کیوں ایسے اوہام سے رنجیدہ خاطر ہوتے ہو۔ تمہارے پاکیزہ کام کو دیکھ کر وہ خود بخود گرویدہ ہوتے چلے جائیں گے۔ لیکن یہ تمہارے اعلیٰ ترین کام کی شان کے خلاف ہے۔ کہ تم کو خراج تحسین کا خیال لاحق ہو۔ تمہارا اضمحلال۔ تمہاری سراسیمگی۔ اگر اسی لئے ہے۔ تو تم نے اپنی حقیقت کو نہیں پہچانا۔ تم کو تو بے نفس

ثابت ہونا چاہیئے۔ تم میں اعلیٰ اخلاق کے جوہر کثیر حصہ میں پائے جانے چاہیئں۔ خوب یاد رکھو۔ کہ تم غیر فانی ذات کی آغوش محبت میں پلے تھے۔ تم غیر فانی کمالات کے مظہر ہو۔

اے معلمین! آؤ اور متحد ہوکر اپنے فرائض کی تکمیل کے لیئے پورے طور سے کمربستہ ہو جاؤ معلم بنو۔ مگر سچے معنوں میں خود کو بہترین علوم و فنون۔ اخلاق و اوصاف سے مزیّن کرو۔ نہ صرف یہ بلکہ ان خوبیوں کو عملی جامہ پہناؤ۔ اپنے آپ کو پہچانو۔ اپنے جذبات وحسیّات کی جانچ پڑتال کرتے رہو۔ دنیا تم نے فتح کرلی۔ دنیا والے تمہارے سامنے جھک گئے۔ یقین جانو کہ دنیا کے تمام گروہوں میں سے تمہیں ایک گروہ ایسے ہو۔ جن کے آگے بڑے بڑے جابر بادشاہ سنگدل حکمران۔ اور سرکش ہستیاں جھک جاتی ہیں اور جھکتی رہیں گی۔ اگر تم ایسا نہیں پاتے۔ تو نقص تم میں ہے ان نقائص کو دھو ڈالو پھر دیکھو کہ کبھی نہ کبھی تمہاری تربت پر سخت سے سخت کٹر کے آنسو چھلک نکلیں گے۔ اور وہ کہہ اٹھے گا کہ ؎

نکہت گل سے معطر ہوگیا میرا دماغ — نور عرفاں نے فروزاں کردیا دل کا چراغ
لے لیا تیرے تخیّل نے مجھے آغوش میں — لا بٹھایا مجھ کو سوج نغمۂ خاموش میں
تیرے آئینے میں کیا صورت نظر آئی مجھے — میری ہستی کی حقیقت تو نے دکھلائی مجھے

ماہرین تعلیم نے اُستاد کا مفہوم کیا لیا ہے؟

(۱) کامیاب زندگی اور بہترین دماغ کا پیدا کرنا استاد کا فرض ہے (ٹھرنگ)

(۲) آئندہ نسلوں کی ترقی اور تنزل کی باگ ڈور اساتذہ کے ہاتھ ہے (ڈینن)

(۳) بچوں پر قابو پانے سے پہلے اپنے پر قابو پالو (فرینک)
(۴) معلم۔ افعال۔ اعمال۔ اقوال میں بہترین نمونہ ہو (کمینی الس)
(۵) خواہ روحانی تعلیم ہو خواہ جسمانی۔ خواہ اقتصادی ہو یا سیاسی طرز تعلیم کیسی ہی ہو۔ نگرانی کیسی ہی اچھی ہو لیکن استاد کی محنت اور انجام دہی فرائض منصبی کے بغیر سب کچھ ہیچ ہے (ٹنڈل)
(۶) گورو یا استاد کا مرتبہ خدا سے دوسرے درجے پر ہے
(۷) تعلیم کا مقصد کتابوں کا رٹوانا نہیں ہے۔ بلکہ بنی نوع انسان کو کامیاب زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھلانا ہے۔ انہیں پتہ ہو۔ کہ جسمانی حفاظت کیسے ہوتی ہے۔ افعال و اعمال کیسے سدھارے جاتے ہیں۔ انفرادی زندگی بہترین کیسے گزرے۔ اجتماعی طور سے ہماری ہستی دوسروں کیلئے کسطرح مفید بنے
(۸) تعلیم کا مقصد لوگوں کو صحیح اور درست افعال کا بتانا ہی نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ وہ اعمال حسنہ سے لذت حاصل کر سکیں۔ صرف محنتی ہی نہ ہوں بلکہ محنت کے شیدائی ہوں۔ عالم ہی نہ ہوں۔ بلکہ علم کے سودائی ہوں نیک ہی نہ ہوں۔ بلکہ نیکی کے دلدادہ ہوں۔ منصف ہی نہ ہوں بلکہ انصاف پر فریفتہ ہوں۔ (رسکن)

معلم کا اصلی نصب العین بچوں کی کلی تربیت ہے۔ تعلیم اسکا ادنیٰ سا جز ہے۔
زندگی ایک کل ہے۔ تعلیم بھی اسکے مطابق ہو (فروبل)
نیکی اور دانائی معلم کے زیور ہیں (ماں بیٹی)
معلم کی پہچان اسکے علم سے نہیں۔ بلکہ اسکے اعمال سے ہوتی ہے (کواک)
معلم کو مدرس کہنا گناہ ہے اسے مالی کہا کریں (فروبل)
معلم وہ ہے جو متعلم کے مستقبل سے واقف ہو (لاک)
جو پیدائش کے وقت نہیں تھی۔ جوانی میں چاہیئے تھی اور بڑھاپے میں کام آئیگی وہ تعلیم ہے جس کا ذمہ دار معلم ہے (روسو)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۵	۹	معمہ	معما
۷۷	۱۳	گویا	گو
۷۷	۱۳	نظری محمول کی جائے	نظری پر محمول کیا جائے
۸۴	۲	حاصل کرنے	حل کرنے
۸۶	۴	بچوں کو	بچوں کے
۸۸	۲	تجارب کا	تجارب کو
۸۸	۳	پہنچانے ذریعہ	پہنچانے کا ذریعہ
۸۸	۳	اس نقطۂ نظر	اسی نقطۂ نظر
۹۸	۱۵	حکیم	طبیب
۱۰۱	۴	ایسی ہی	ایسے ہی
۱۰۵	۲۱	اسکے زور سے	اس کے زور سے
۱۱۷	۳	بالکل	بلکہ
۱۱۷	۱۸	کا سبق	کل سبق
۱۱۷	۲۱	حفظ کردیا	حفظ کرادیا
۱۱۷	۲۲	اس کی	اس قسم کی
۱۱۸	۳	خیالات	خیالات
۱۱۸	۷	تعلیم	متعلم
۱۲۲	۲۱	چند منازل	چند
۱۲۲	۲۳	آئے ہیں	آتے ہیں
۱۲۲	۲۳	تتلائے	تتلانے
۱۲۵	۷	موستر	موثر
۱۲۵	۲۴	مدارس کی	مدارس میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۷	۶	ایسے	ایسی
۱۲۷	۹	یہاں	یہاں
۱۲۸	۱	تعلیم مستقل	تعلیم کو مستقل
۱۳۰	۲۲	ہونے لگتے ہیں	ہونے لگتی ہیں
۱۳۱	۴	کوشش سے	کوشش میں
۱۳۱	۱۹	ہوا ور	ہے اور
۱۳۲	۱	صدماع	صناع
۱۳۸	۱	بوابات	جوابات
۱۳۸	۲	وبہ	وجہ
۱۳۹	۱	نہ ہیں	ذہن سے
۱۳۹	۴	غلتی	غلطی
۱۳۹	۷	سیلے	پہلے
۱۳۹	۹	نقطہ رز	نقطۂ نظر
۱۳۹	۱۲	مابل	قابل
۱۴۰	۴	شینری	مشنیری
۱۴۰	۱۳	اسپہر	امور
۱۴۲	۵	تریش	تلاش
۱۴۲	۵	ہوکانا	ہنگامہ
۱۴۲	۱۵	باخر	بالآخر
۱۴۴	۴	رہ	راہ
۱۴۴	۴	آرئیاں	آرائیاں

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۱۳	سپاہوں کا	سپاہیوں کے
۱۵	۱۸	وہی شخص	اسی شخص
۱۶	۸	سیکن تعلیم	لیکن وہ تعلیم
۱۶	۱۲	ایک ہی	ایک
۱۷	۴	اسباب	اُن اسباب
۱۷	۲۰	اسکے قلم نے	اس کا قلم
۱۸	۱۳	کائنات کا	کائنات کی
۲۴	۱۵	انکی	انکے
۲۷	۴	ہوگئی	ہوگی
۲۷	۱۰	ظاہر کرتی ہیں	ظاہر کرتے ہیں
۲۸	۵	ادراک کو	ادراک سکے
۲۹	۱	ہوتی ہوئی	ہوتے ہوئے
۲۹	۲	پرواز کرتی پھرے	پرواز کرتا پھرے
۲۹	۳	اپنی	اپنے
۳۰	۱	طاقتوں کی محکوم	طاقتوں کے محکوم
۳۰	۲	کرسکتی ہے	کرسکتا ہے
۳۰	۳	جاسکتی	جاسکتا ہے
۳۰	۴	کرسکتی ہے	کرسکتا ہے
۳۲	۵	جس کی	جن کے
۳۲	۱۳	کام لینے والے	کام کروانے والے
۳۴	۹	ارض بلد	عرض بلد
۳۵	۵	تعلیم کا	تعلیم کی
۴۰	۱۰	مجردی	مجرد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۴	۱۹	بلانے درمان	بلاکے بے درمان
۵۰	۱۰	لفظ کا	لفظ کے
۵۰	۱۱	معنی معلوم ہو	معنے معلوم ہوں
۵۱	۵	سمجھ لیں	سمجھ لے
۵۱	۱۸	جنکو تار بابو	جن کا تار بابو
۵۲	۲	مخاطب کا	مخاطب کے
۵۳	۸	بھرے ہوئے	بھری ہوئی
۵۴	۲	سمجھنا ضرور ہے	سمجھنے ضروری ہے
۵۴	۱۵	خیال	خیال سے
۵۷	۱۱		اس جہل کا ہی ذوق ٹھکانا کچھ بھی دانش نے کیا دلکو نہ دانا کچھ بھی ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانینگے جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی
۵۸	۵	نہ صرف بچوں کے	صرف انکے
۵۹	۱۹	درسخن	درہر سخن
۵۹	۲۱	مجھے	اسے
۶۰	۵	صلاح مشوروں	صلاح اور مشورہ
۶۰	۱۹	سطور	مستور
۶۳	۱۶	آزادی کے بات	آزادی کی بات
		جیت کرنیکے لیے	جیت کرنے کے
			موقع دیکھ
۶۷	۲	کوئی	کسی
۷۱	۲۰	معاون کے	معاون کی

Checked 1987